ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ

دارالعلوم کراچی کا ترجمان

البلاغ

جلد ۲۰ — محرم الحرام ۱۴۰۶ھ ستمبر/اکتوبر ۱۹۸۵ء — شمارہ ۱

* نگراں:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

* مدیر:

محمد تقی عثمانی

* ناظم:

فاروق القاسمی ایم اے (عثمانیہ)

قیمت فی پرچہ ۴ روپے
سالانہ /۴۰ روپے

سالانہ بدل اشتراک: بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری

ریاست ہائے متحدہ امریکہ /۲۱۰ روپے ● برطانیہ۔ جنوبی افریقہ۔ ویسٹ انڈیز۔ برما۔ انڈیا۔ بنگلہ دیش۔ تھائی لینڈ۔ ہانگ کانگ

نیجیریا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ /۱۶۰ روپے ● سعودی عرب۔ عرب امارات۔ مسقط۔ بحرین۔ عراق۔ ایران۔ مصر۔ کویت / ۱۳۰ روپے

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر و فکر

حمد و ستائش اُس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

ہم ان صفحات میں کئی بار لکھ چکے ہیں کہ حالیہ انتخابات کے نتیجے میں، جو حکومت برسرِ اقتدار آئی ہے، اس کی وجہ جواز اسلام کے سوا کچھ نہیں۔ ملک کے عوام نے مؤثر مخالفتوں کے علی الرغم ان انتخابات میں بڑھ چڑھ کر اس لئے حصہ لیا کہ ان انتخابات کا منشور نفاذِ شریعت تھا۔ لہٰذا ملک میں شریعت کے ٹھیک ٹھیک نفاذ کی جتنی ذمہ داری اس حکومت پر عائد ہوتی ہے، کسی اور حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔

اب اس حکومت کو برسرِ اقتدار آئے ہوئے چھ ماہ ہونے والے ہیں۔ اس مختصر مدت میں کسی بہت بڑے انقلاب کی توقع تو مشکل ہی تھی، لیکن یہ مدت کسی حکومت کا رُخ متعین کرنے کیلئے ضرور کافی ہونی چاہیئے — لیکن یہ دیکھکر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ ابتک نئی حکومت کے کسی عمل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کی ترجیحات میں اسلام سرِفہرست ہے، یا اس کو اپنی مدتِ اقتدار میں نفاذِ اسلام کیلئے کچھ کر جانے کی فکر لاحق ہے۔ نفاذِ شریعت کیلئے کوئی نیا منصوبہ تو کیا سامنے آتا؟ اس سلسلے کے جو کام انتخابات سے پہلے شروع ہو چکے تھے اور تشنۂ تکمیل تھے، وہ بھی نہ صرف یہ کہ مکمل نہیں ہوئے، بلکہ اب اُن کا نام بھی سُننے میں نہیں آتا۔ قاضی عدالتوں کے قیام سے لیکر قانونِ قصاص و دیت تک، جتنے مسودات سابق مجلسِ شوریٰ نے منظور کرلئے تھے، اور جن کے عملی نفاذ پر کام ہو رہا تھا، اب سرکاری سرگرمیوں کے منظر سے ایسے غائب ہیں جیسے وہ کبھی موضوعِ گفتگو ہی نہ تھے۔

اس طرح اہلِ بزم نے مجھ کو بھلا دیا
جیسے کبھی میں رونقِ بزمِ طرب نہ تھا

لیکن اس پورے عرصے میں لے دے کر نفاذِ شریعت سے متعلق جو آواز سُنائی دی ہے، وہ ایک شریعت بل ہے جو سینیٹ کے

دو علماء ارکان جناب مولانا قاضی عبداللطیف صاحب اور جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے سینیٹ میں پیش کیا ہے، اور جسے بڑی ردّ و کد کے بعد اسٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس بل میں قانونِ شریعت کے مکمل نفاذ، شریعت کی مکمل بالادستی اور ریاست کے ہر اقدام کو شریعت کے تابع بنانے کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اسٹینڈنگ کمیٹی اس بل کے سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟ لیکن ہماری نظر میں اپنے مقصد اور رُوح کے لحاظ سے یہ نہایت اہم بل ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہو کہ ہماری مجالسِ قانون ساز کی تاریخ میں ملک کے مقصدِ وجود کے لحاظ سے ابتک اس سے زیادہ اہم بل پیش نہیں ہوا۔

جس شکل اور جس عبارت میں یہ بل پیش ہوا ہے، عملی اور قانونی اعتبار سے اس میں خواہ کتنی باتیں قابلِ اصلاح و ترمیم ہوں، لیکن اُس کے ذریعے جس مقصد کو پُورا کرنا پیشِ نظر ہے، اور اس میں مجموعی طور پر جو رُوح کارفرما ہے وہ ایک طرف اس عظیم مشن کی طرف ایک اہم قدم ہے جس کیلئے یہ ملک وجود میں آیا تھا، اور دوسری طرف اُس منشور کو روبہ عمل لانے کا بہترین ذریعہ بھی ہے جس کی بُنیاد پر حالیہ انتخابات منعقد ہوئے، اور جس کی بنا پر موجودہ حکومت وجود میں آئی۔ لہٰذا یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس بل کو اوّلین اہمیت دے، اور اسے بہتر سے بہتر بنانے اور اس کی نوک پلک سنوارنے میں خلوص کے ساتھ اپنی توانائیاں صَرف کرے۔

یہ بل اگرچہ متعدد دفعات پر مشتمل ہے، لیکن اگر اس کا خلاصہ نکالا جائے تو وہ ہے: "ملک میں بلا تاخیر اور مکمل شرعی قانون کا نفاذ"۔

ہمیں معلوم ہے کہ اس خلاصے کو سُن کر جہاں عوام کی اکثریت مسرت کا اظہار کریگی، وہاں بعض "دانشور" حضرات اس پر "جذباتیت" کا اعتراض بھی کرینگے، اور بعض حضرات پوری نیک نیتی کے ساتھ اُسے بحالاتِ موجودہ ناقابلِ عمل بھی قرار دینگے۔ لیکن اس پر ہونے والے تمام متوقع اعتراضات اور اس کے خلاف دیئے جانے والے تمام دلائل کی پُوری فہم کے ساتھ اور اس میدان میں اپنے قابلِ لحاظ عملی تجربے کی روشنی میں ہماری حتمی رائے یہ ہے کہ یہ بل ضروری ترمیمات کے بعد (جن سے اس کی حقیقی رُوح متأثر نہ ہو) ضرور نافذ ہونا چاہیئے، اور اس کے بغیر نفاذِ شریعت کا خواب تشنۂ تعبیر رہیگا۔

اپنے اس موقف کے مفصّل دلائل اور اس کے خلاف وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے کیلئے ہماری نظر میں یہ ضروری ہے کہ عہدِ حاضر میں اسلامی قانون کے نفاذ کے عملی مسائل کا سنجیدگی سے علمی انداز میں جائزہ لیا جائے، اور اس جائزے کی روشنی میں یہ طے کیا جائے کہ ہمارے زمانے اور ہمارے ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے حکمتِ عملی کیا ہونی چاہیئے؟

ہماری نظر میں یہ علمی تجزیہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، اور اس کے صحیح ادراک کے بغیر نفاذِ شریعت کیلئے ہماری کوششیں کھوکھلی ثابت ہوں گی۔ لیکن یہ موضوع قدرے تفصیل چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو انشاء اللہ آئندہ شمارے میں اس موضوع کو مناسب شرح و بسط کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ وما توفیقی إلّا باللہ، علیہ توکلت، و إلیہ أنیب۔

محمد تقی عثمانی

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف القرآن ★ سورۃ الصّٰفّٰت ★ آیت ۹۳ تا ۱۱۳

خلاصہ تفسیر

اور ابراہیم (علیہ السلام جب ان لوگوں کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو) کہنے لگے میں تو (تم سے ہجرت کر کے) اپنے رب کی (راہ میں کسی) طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دیگا، (چنانچہ ملک شام میں جا پہنچے اور یہ دعا کی کہ) اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے، سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی (اور وہ فرزند پیدا اور ہوشیار ہوا) سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے (ایک خواب دیکھا کہ میں اس فرزند کو خدا کے حکم سے ذبح کر رہا ہوں اور یہ ثابت نہیں کہ حلقوم کٹا ہوا بھی دیکھا یا نہیں۔ غرض آنکھ کھلی تو اسے اللہ کا حکم سمجھے، کیونکہ انبیاءؑ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے، پھر یہ سوچکر کہ خدا جانے میرے فرزند کی اس بارے میں کیا رائے ہو، اس کو اطلاع کرنا ضروری سمجھا، اس لئے اس سے) فرمایا کہ برخوردار میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامرِ الٰہی) ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے ابا جان (اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا بات ہے، جب آپ کو خدا کی طرف سے حکم کیا گیا ہے تو) آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم) تسلیم کر لیا، اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا اور (چاہتے

سمجھے کہ گلا کاٹ ڈالیں اور اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا (یعنی خواب میں جو حکم ہوا تھا اپنی طرف سے اس پر پورا عمل کیا اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں بس ان کو چھوڑ دو ، غرض ان کو چھوڑ دیا ، جان کی جان بچ گئی اور بلند درجات مزید برآں عطا ہوئے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ دونوں جہان کی راحت انھیں عطا کرتے ہیں) حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان (جس کو بجز مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کر سکتا تو ہم نے ایسے امتحان میں پورا اترنے پر صلہ بھی بڑا بھاری دیا اور اس میں جیسا امتحان ابراہیم علیہ السلام کا تھا ، اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی تھا تو وہ صلہ میں شریک ہوں گے) اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا (کہ ابراہیم علیہ السلام سے وہ ذبح کرایا گیا) اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو (چنانچہ ان کے نام کے ساتھ اب تک " علیہ السلام " کہا جا رہا ہے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ انہیں لوگوں کی دعاؤں اور سلامتی کی بشارتوں کا مرکز بنا دیتے ہیں) بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے اور ہم نے (ایک انعام ان پر یہ کیا کہ) ان کو اسحاقؑ کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں ہوں گے اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحٰقؑ پر برکتیں نازل کیں (ان برکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی نسل بہت پھیلی اور اس نسل میں کثرت سے انبیاءؑ پیدا ہوئے) اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی جو (بدیاں کر کے) صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

مَعارِف وَمسَائِل

بیٹے کی قربانی کا واقعہ | ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا ایک دوسرا اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لئے اپنے اکلوتے فرزند کی قربانی پیش کی ، واقعہ کے بنیادی اجزاء خلاصۂ تفسیر سے واضح ہو گئے ہیں ، بعض تاریخی تفصیلات آیتوں کی تفسیر کے ذیل میں آجائیں گے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (اور ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں) یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت ارشاد فرمائی جبکہ آپ اپنے اہل وطن سے بالکل مایوس ہو گئے اور وہاں آپ کے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا ، " رب کی طرف چلے جانے " سے مراد یہ ہے کہ میں دارالکفر کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کا مجھے اپنے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے اور جہاں میں اپنے پروردگار کی عبادت کر سکوں گا ، چنانچہ آپ اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت سارہؓ اور اپنے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر سفر پر روانہ ہوئے اور عراق کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے بالآخر شام تشریف لے آئے ، اس تمام عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی ، اس لئے آپ نے وہ دعاء فرمائی جس کا اگلی آیت میں ذکر ہے ، یعنی :

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اے میرے پروردگار! مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما) چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (پس ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی) "حلیم المزاج" فرما کر اشارہ کردیا گیا کہ یہ نومولود اپنی زندگی میں ایسے صبر وضبط اور بردباری کا مظاہرہ کرے گا کہ دنیا اس کی مثال نہیں پیش کرسکتی، اس فرزند کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت سارہؓ نے یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہورہی تو وہ سمجھیں کہ میں بانجھ ہوچکی ہوں اُدھر فرعونِ مصر نے حضرت سارہؓ کو اپنی بیٹی جن کا نام ہاجرہؓ تھا، خدمت گزاری کے لئے دیدی تھی، حضرت سارہؓ نے یہی ہاجرہؓ حضرت ابراھیم کو عطا کردیں اور حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کرلیا، انہی ہاجرہؓ کے بطن سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے اور ان کا نام اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ (سو جب وہ فرزند ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراھیمؑ کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراھیم نے فرمایا۔ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کررہا ہوں) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو تین روز متواتر دکھایا گیا (قرطبی) اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لئے اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کردو، یوں یہ حکم براہِ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعے بھی نازل کیا جاسکتا تھا لیکن خواب میں دکھانے کی حکمت بظاہر یہ تھی کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو، خواب کے ذریعہ دیے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لئے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا (تفسیر کبیر)

اس کے علاوہ یہاں باری تعالیٰ کا اصل مقصد نہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرانا تھا، نہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو یہ حکم دینا کہ انھیں ذبح کرہی ڈالو، بلکہ منشاء یہ حکم دینا تھا کہ اپنی طرف سے انہیں ذبح کرنے کے سارے سامان کرکے اُن کے ذبح کا اقدام کرگذرو، اب یہ حکم اگر زبانی دیا جاتا تو اس میں آزمائش نہ ہوتی، اس لئے انہیں خواب میں دکھلایا کہ وہ بیٹے کو ذبح کررہے ہیں اس سے حضرت ابراھیم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ذبح کا حکم ہوا ہے اور وہ پوری طرح ذبح کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اس طرح آزمائش بھی پوری ہوگئی اور خواب بھی سچا ہوگیا، یہ بات زبانی حکم کے ذریعہ آتی تو یا آزمائش نہ ہوتی، یا حکم کو بعد میں منسوخ کرنا پڑتا، ———— یہ امتحان کس قدر سخت تھا؟ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ کے الفاظ بڑھائے ہیں یعنی آزمائش

سے مانگے ہوئے اس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوتِ بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ بالغ ہو چکے تھے (تفسیر مظہری)

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے اس لئے نہیں پوچھی کہ آپ کو حکم آلہی کی تعمیل میں کوئی تردّد تھا، بلکہ ایک تو وہ اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورا اترتا ہے؟ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا طرز ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ احکامِ آلہی کی اطاعت کے لئے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں، لیکن اطاعت کے لئے ہمیشہ راستہ وہ اختیار کرتے ہیں جو حکمت اور فی المقدور سہولت پر مبنی ہو، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے، تو یہ دونوں کے لئے مشکل کا سبب ہوتا، اب یہ بات آپ نے مشورہ کے انداز میں بیٹے سے اس لئے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ کا یہ حکم معلوم ہو جائے گا تو ذبح ہونے کی اذیّت سہنے کے لئے پہلے سے تیار ہو سکے گا، نیز اگر بیٹے کے دل میں کچھ تذبذب ہوا بھی تو اُسے سمجھایا جا سکے گا (روح المعانی وبیان القرآن) لیکن وہ بیٹا بھی اللہ کے خلیل ؑ کا بیٹا تھا اور اسے خود منصب رسالت پر فائز ہونا تھا اس نے جواب کہا۔

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (ابا جان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریئے) اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جاں سپاری کی تو شہادت ملتی ہی ہے اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے انہیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا، بلکہ محض ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ آلہی کی ہی ایک شکل ہے چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ آلہی کا تذکرہ فرمایا۔

وحی غیر متلو کا ثبوت یہیں سے ان منکرین حدیث کی واضح تردید ہو جاتی ہے جو وحی غیر متلو کے وجود کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وحی صرف وہ ہے جو آسمانی کتاب میں نازل ہوگئی، اس کے علاوہ وحی کی دوسری کوئی قسم موجود نہیں ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم خواب کے ذریعے دیا گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے صریح الفاظ میں اسے اللہ کا حکم قرار دیا، اگر وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے تو یہ حکم کونسی آسمانی کتاب میں اُترا تھا؟

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے اپنے والد بزرگوار کو یہ یقین بھی دلایا کہ:۔

سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے)

اس جملے میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی غایت ادب اور غایت تواضع کو دیکھئے ایک تو ان شاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہوسکتی تھی اسے ختم فرمادیا ، دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے کہ " آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے " ، لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا " آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے " جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ صبر و ضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں ۔ انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا ، اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر و تکبر ، خود پسندی اور پندار کے ہر ادنیٰ شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرمادیا (روح المعانی) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملے میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو لیکن اُسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں جن سے غرور و تکبر ٹپکتا ہو ، اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہیے کہ ان میں اپنے بجائے اللہ پر بھروسہ کا اظہار ہو ، اور جس حد تک ممکن ہو تواضع کے دامن کو نہ چھوڑا جائے ۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا (پس جب وہ دونوں جھک گئے) اَسْلَمَ کے معنی ہیں جھک جانا ، مطیع ہو جانا ، رام ہو جانا ، مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے یعنی باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہو جانے کا ارادہ کر لیا یہاں لَمَّآ (جب) کا الفاظ استعمال کیا گیا ہے لیکن اس کا جواب مذکور نہیں ہے یعنی آگے یہ نہیں بتایا گیا کہ جب یہ واقعات پیش آچکے تو کیا ہوا ؟ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باپ بیٹے کا یہ اقدام فداکاری اس قدر عجیب و غریب تھا کہ الفاظ اس کی پوری کیفیت کو بیان کر ہی نہیں سکتے ،

بعض تاریخی اور تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی ، ہر بار حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا آج تک منیٰ تین جمرات پر اسی محبوب عالم کی یادگار کنکریاں مار کر منائی جاتی ہے ۔ بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پر پہنچے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے ، تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچایئے ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیر دیجئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے ، اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان سے میرا سلام کہہ دیجئے گا اور اگر آپ میرا قمیص والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں شاید اس سے انہیں کچھ تسلی ہو ۔ اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گذر سکتی ہے ؟ لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب یہ دیتے ہیں کہ " بیٹے !

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا

جمعہ، ہفتہ، اتوار

حسب سابق جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور میں منعقد ہوگا (ان شاء اللہ)

جس میں علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لائیں گے

اس بابرکت اجتماع میں خود بھی تشریف لاویں اور احباب وغیرہ کو بھی ہمراہ لاویں

نوٹ :

(۱) اجتماع کی آخری نشست میں پاکستان کی عظیم الشان درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغین طلباء کی دستار بندی بھی ہوگی،

(۲) ریلوے اسٹیشن سے آنے والے حضرات بس نمبر ۵ - نمبر ۳۱ - نمبر ۱۱۳ - نمبر ۱۱۴ - نمبر ۱۱۹ - نمبر ۱۲۰ - اور ویگن ۱۴ و ۲۲ سے تشریف لاویں

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، لاہور صدر دفتر جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

مولانا محمد تقی عثمانی

(پانچویں قسط)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ :

حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے قریب ہی دو مزارات اور ہیں، ان میں سے ایک حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا ہے، اور دوسرے صاحب مزار کا نام حضرت عبداللہ بن جابرؓ لکھا ہوا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مشہور جلیل القدر صحابۂ کرامؓ میں سے ہیں۔ یہ قبیلۂ بنو عبس سے تعلق رکھتے تھے، اور اپنے وطن ہی میں اپنے والدِ ماجد کے ساتھ اسلام لے آئے تھے، جن کا اصل نام "حسل" تھا اور لقب "یمان"۔ اسلام لانے کے بعد یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے یہ ٹھیک وہ وقت تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کی تیاری فرمارہے تھے، اور آپ کے مقابلے کیلئے ابوجہل کا لشکر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوچکا تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور ان کے والد کی راستے میں ابوجہل کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ انہوں نے دونوں کو گرفتار کرلیا، اور کہا کہ "تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جارہے ہو"! انہوں نے جواب دیا کہ "ہم تو مدینہ جارہے ہیں"۔ اس پر ابوجہل کے لشکر والوں نے ان سے کہا کہ "ہم تمہیں اس وقت تک آزاد نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے ساتھ یہ معاہدہ نہ کرو کہ صرف مدینہ جاؤ گے، لیکن ہمارے خلاف جنگ میں ان کا ساتھ نہیں دو گے"۔ مجبوراً ان حضرات نے معاہدہ کرلیا، اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچکر آپ سے سارا واقعہ ذکر کیا۔

اُس وقت حق و باطل کا سب سے پہلا معرکہ درپیش تھا۔ مقابلہ اُن کفارِ قریش سے تھا جو اسلحہ

میں غرق ہو کر آئے تھے، اور جن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں تین گنے سے بھی زائد تھی۔ اور مسلمانوں کیلئے ایک ایک آدمی بڑا قیمتی تھا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سنگین حالات میں بھی معاہدے کی خلاف ورزی کو گوارا نہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ:

نفی بعهدهم، ونستعين الله عليهم

"ہم ان کے عہد کو پورا کریں گے، اور کفار کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں گے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الوفاء بالعہد نمبر ۱۷۸۷) و مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۵ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۹)

اس بنا پر آپ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ امانت اور وفا کی ایسی تابناک مثالیں کسی اور قوم کی تاریخ میں کہاں مِل سکتی ہیں۔؟

غزوۂ احد میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ شریک ہوئے، لیکن ایک افسوسناک غلط فہمی کی بنا پر ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ چونکہ یہ حادثہ غلط فہمی میں پیش آیا تھا، اس لئے حضرت حذیفہؓ نے اپنے بھائیوں کو خوں بہا بھی معاف فرما دیا۔ (صحیح بخاری وغیرہ)

امانت اور وفا کی ایسی تابناک مثالیں کِسی اور قوم کی تاریخ میں کہاں مِل سکتی ہیں؟

غزوۂ احزاب میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کی آخری رات میں آپ کو کفار کے لشکر کی خبر گیری کیلئے بھیجا تھا، اور انہوں نے انتہائی جرأت و شجاعت اور حکمت و تدبر کے ساتھ یہ خطرناک مہم انجام دی، یہاں تک کہ کفار کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی مردم شماری بھی آپ ہی کے سپرد فرمائی تھی جسے آپ نے بطریق احسن انجام دیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، نمبر ۱۴۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آنے والے فتنوں کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا تھا، اور بہت سے منافقین کی نشاندہی بھی فرما رکھی تھی۔ اسی لئے آپ کو "صاحب السرّ" (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدار) کہا جاتا تھا۔ حد یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ کو قسم دے کر پوچھا کہ "میرا نام تو منافقین کی فہرست میں شامل نہیں"۔ حضرت حذیفہؓ نے انکار فرمایا۔

(کنز العمال ص ۳۴۴، ج ۱۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ مسلسل مصروفِ جہاد رہے، دینور کا علاقہ آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے فتح ہوا۔ عراق اور ایران کی فتوحات میں آپ نے غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ کسریٰ کے دربار میں آپ ہی نے وہ ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس نے کسریٰ کے ایوان میں زلزلہ برپا کر دیا۔

ایران کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے آپ کو مدائن کا عامل (گورنر) مقرر فرما دیا تھا۔ آپ کسریٰ کے دارالحکومت کے گورنر بنکر پہنچے تو اس شان سے کہ ایک دراز گوش پر سوار تھے، جس کے پالان کے ساتھ تھوڑا سا زادِ راہ رکھا ہوا تھا۔ اہلِ مدائن

نے آپ کا استقبال کیا، اور پیشکش کی کہ ہم آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کیلئے تیار ہیں۔ آپ نے جواب دیا:

طعاما آکله ، و علف حماری هذا من تبن

"بس میرے لئے یہ کافی ہے کہ مجھے اپنے کھانے کیلئے کھانا مل جائے،
اور میرے اس دراز گوش کا چارہ"

عرصہ دراز تک حضرت حذیفہؓ اسی سادگی کے ساتھ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے کام کرتے رہے، ایک مرتبہ یہاں سے مدینہ طیبہ گئے تو حضرت عمرؓ پہلے سے راستے میں چھپ کر بیٹھ گئے، مقصد یہ تھا کہ اگر مدائن سے کچھ مال و دولت لیکر آئے

آپ کسریٰ کے دارالحکومت کے گورنر بنکر پہنچے تو اس شان سے کہ ایک دراز گوش پر سوار تھے، جسکے پالان کے ساتھ تھوڑا سا زادِ راہ رکھا ہوا تھا۔

ہوں تو پتہ چل جائے۔ لیکن دیکھا کہ وہ جس حال میں گئے تھے، اسی حال میں واپس آگئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر انہیں گلے سے لگالیا۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۳۶۶، ج ۲)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ آخر میں مدائن ہی میں مقیم رہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد آپ نے مدائن ہی میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

حضرت عبداللہ بن جابرؓ:

انہی کے برابر میں دوسرے مزار پر صاحبِ مزار کا نام "عبداللہ بن جابرؓ" لکھا ہوا ہے، آپ کے بارے میں احقر کو پوری تحقیق نہ ہو سکی کہ کون بزرگ ہیں؟ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے، وہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ لیکن اُن کا قیام مدینہ طیبہ ہی میں رہا، اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔

(الاصابہ ص ۲۱۴، ج ۱)

عبداللہ بن جابرؓ نام کے دو صحابہ کرامؓ کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، ایک عبداللہ بن جابر الانصاری البیاضیؓ ہیں، اور دوسرے عبداللہ بن جابر العبدیؓ۔ لیکن دونوں بزرگوں کے نہ حالات دستیاب ہیں، اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہوں نے کہاں وفات پائی، (ملاحظہ ہو الاصابہ ص ۲۷۰، ج ۲) لہٰذا ایک احتمال تو یہ ہے کہ صاحبِ مزار ان میں سے کوئی بزرگ ہوں۔

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کے صاحبزادے ہوں، اور مدائن میں آکر مقیم ہو گئے ہوں۔ لیکن معمولی جستجو سے احقر کو حضرت جابر بن عبداللہؓ کے صاحبزادوں کا کوئی تذکرہ نہیں مل سکا جس سے اس احتمال کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔

بہرکیف! اس علاقے میں مشہور یہی ہے کہ یہ صحابہ میں سے ہیں۔

ایک عجیب ایمان افروز واقعہ:

حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت عبداللہ بن جابرؓ کے مزارات کے ساتھ اسی صدی میں ایک عجیب و غریب اور

ایمان افروز واقعہ رُونما ہوا جو آجکل بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ یہ واقعہ میں نے پہلی بار جناب مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مدظلہم سے سُنا تھا۔ پھر بغداد میں وزارتِ اوقاف کے ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ جناب خیر اللہ حدیثی صاحب نے بھی اجمالاً اس کا ذکر کیا۔

یہ ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت عراق میں بادشاہت تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما کی قبریں اُس وقت یہاں (جامع مسجد سلمان رضی اللہ عنہ کے احاطے میں) نہیں تھیں، بلکہ یہاں سے کافی فاصلے پر دریائے دجلہ اور مسجد سلمان رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی جگہ واقع تھیں۔

۱۹۲۹ء میں بادشاہِ وقت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اُس سے فرمارہے ہیں کہ ہماری قبروں میں پانی آرہا ہے، اس کا مناسب انتظام کرو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریائے دجلہ اور قبروں کے درمیان کسی جگہ گہری کھُدائی کر کے دیکھا جائے کہ دجلہ کا پانی اندرونی طور پر قبروں کی طرف رِس رہا ہے یا نہیں۔ کھُدائی کی گئی، لیکن پانی رِسنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس بات کو ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

لیکن اس کے بعد پھر۔ غالباً ایک سے زیادہ مرتبہ۔ وہی خواب دکھائی دیا، جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی، اور اس نے علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اُس وقت عراق کے کسی عالم نے بھی بیان کیا کہ انہوں نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے۔ اُس وقت مشورے اور بحث وتمحیص کے بعد رائے یہ قرار پائی کہ دونوں بزرگوں کی قبرِ مبارک کو کھول کر دیکھا جائے، اور اگر پانی وغیرہ آرہا ہو تو ان کے جسموں کو منتقل کیا جائے۔ اُس وقت کے علماء نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا۔

چونکہ قرونِ اولیٰ کے دو عظیم بزرگوں اور صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کو کھولنے کا یہ واقعہ تاریخ میں پہلا واقعہ تھا، اس لئے حکومتِ عراق نے اس کا بڑا زبردست اہتمام کیا، اس کے لئے ایک تاریخ مقرر کی، تاکہ لوگ اس عمل میں شریک ہوسکیں۔ اتفاق سے وہ تاریخ ایامِ حج کے قریب تھی، جب اس ارادے کی اطلاع حجاز پہنچی تو وہاں حج پر آئے ہوئے لوگوں نے حکومتِ عراق سے درخواست کی کہ اس تاریخ کو قدرے مؤخر کر دیا جائے، تاکہ حج سے فارغ ہو کر جو لوگ عراق آنا چاہیں، وہ آسکیں، چنانچہ حکومتِ عراق نے حج کے بعد کی ایک تاریخ مقرر کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ مقررہ تاریخ پر نہ صرف اندرونِ عراق، بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی خلقت کا اس قدر اژدحام ہوا کہ حکومت نے سب کو یہ عمل دکھانے کے لئے بڑی بڑی اسکرینیں دُور تک فٹ کیں، تاکہ جو لوگ براہِ راست قبروں کے پاس یہ عمل نہ دیکھ سکیں وہ ان اسکرینوں پر اس کا عکس دیکھ لیں۔

اس طرح یہ مبارک قبریں کھولی گئیں۔ اور ہزار ہا افراد کے سمندر نے یہ حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تقریباً تیرہ صدیاں گذرنے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح وسالم اور تروتازہ تھیں۔ بلکہ ایک غیر مسلم ماہر امراضِ چشم وہاں موجود تھا۔ اس نے نعش مبارک کو دیکھ کر بتایا کہ ان کی آنکھوں میں ابھی تک وہ چمک موجود ہے جو کسی مُردے کی آنکھوں میں انتقال کے کچھ دیر بعد بھی موجود نہیں رہ سکتی، چنانچہ وہ شخص یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔

تیرہ صدیاں گذرنے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح وسالم اور تروتازہ تھیں۔

نعش مبارک کو منتقل کرنے کیلئے پہلے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قریب جگہ تیار کرلی گئی تھی وہاں تک لیجانے کیلئے نعش مبارک کو جنازے پر رکھا گیا، اس میں لمبے لمبے بانس باندھے گئے، اور ہزارہا افراد کو کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی، اور اس طرح اب ان دونوں بزرگوں کی قبریں موجودہ جگہ پر بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مدظلہم کا بیان ہے کہ ۱۹۲۹ء کا یہ واقعہ مجھے یاد ہے، اس زمانے میں اخبارات کے اندر اس کا بڑا چرچا ہوا تھا۔ اور اُس وقت ہندوستان سے ایک ادبی گھرانے کا ایک جوڑا عراق گیا ہوا تھا۔ اُن دونوں میاں بیوی نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا، اور غالباً بیوی نے اپنے اس سفر کی رُوداد ایک سفر نامے میں تحریر کی جو کتابی شکل میں شائع ہوا، اور اس کی ایک کاپی حضرت مولانا مدظلہم کے پاس محفوظ ہے۔

اس سفر نامے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اُس وقت کسی غیر ملکی فرم کے ذریعے اس پورے عمل کی عکس بندی بھی کی گئی تھی۔ اور بہت سے غیر مُسلم بھی یہ واقعہ خاص طور پر دیکھنے آئے تھے، وہ اس اثر انگیز منظر سے نہ صرف بہت متأثر ہوئے، بلکہ بہت سے لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اور اپنے دین کی حقانیت کے ایسے معجزے کبھی کبھی دکھلاتے ہیں۔

سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی أنفسھم حتی یتبین لھم أنہ الحق۔

ہم ان کو آفاق میں بھی اور خود ان کے وجود میں بھی اپنی نشانیاں دِکھائیں گے تاکہ ان پر یہ بات واضح ہوجائے کہ یہی (دین) حق ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اگر عبداللہ بن جابرؓ حضرت جابرؓ ہی کے صاحبزادے ہیں تو یہ عجیب وغریب اتفاق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ان کے دادا کے ساتھ بھی بعینہ اسی طرح کا واقعہ پیش آچکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کے سب سے پہلے شہید تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمرو بن جموحؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن فرمایا تھا، اس وقت مسلمانوں کی تنگدستی کا عالم یہ تھا کہ شہداء کیلئے کفن تک میسر نہ تھے، اس لئے حضرت عبداللہؓ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا جس میں چہرہ تو چھُپ گیا، لیکن پاؤں کھُلے رہے جن پر گھاس ڈالی گئی۔ اتفاق سے یہ قبر نشیب میں واقع تھی۔ چالیس سال بعد حضرت معاویہؓ کے زمانے میں یہاں سیلاب آگیا، اور وہاں سے ایک نہر بھی نکالنی تھی۔ اس موقع پر قبر کو حضرت جابرؓ کی موجودگی میں کھولا گیا تو دونوں بزرگوں کے اجسام بالکل صحیح وسالم اور تروتازہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے چہرے پر جو زخم تھا، ان کا ہاتھ اس زخم پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے ہاتھ وہاں سے ہٹایا تو تازہ خون بہنے لگا، پھر ہاتھ دوبارہ وہاں رکھا تو خون بند ہوگیا۔ (طبقات ابن سعد ص ۵۶۲ و ۵۶۳ ج ۳)

کسریٰ کا محل:

ان صحابۂ کرامؓ کے مزارات کی زیارت کے بعد ہم آگے بڑھے تو مدائن شہر کے تقریباً اختتام پر کسریٰ کے محل کی ایک دیوار اب تک باقی ہے اور عبرت کا مرقع بنی ہوئی ہے۔ یہ کسی زمانے میں دُنیا کی عظیم ترین مادی طاقت کسریٰ کا

وہی محل تھا جس کے کنگرے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر گر گئے تھے، اور جس کی شان و شوکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودتے وقت کدال سے اُڑتی ہوئی چنگاریوں میں دِکھا کر یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ یہ محل مسلمانوں کے قبضے میں آنے والا ہے۔ جس وقت یہ خوشخبری دی جارہی تھی، اُس وقت خود مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ عرب کے قبائل کے متحدہ محاذ کے حملے کی وجہ سے خود مدینہ طیبہ میں کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ دونوں جہانوں کا سردار خود اپنے مقدس ہاتھوں سے خندق کی کُھدائی میں عملاً شریک تھا۔ اور بھوک کی شدت سے صحابۂ کرامؓ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، اور خود رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بطنِ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے، کون تصور کر سکتا تھا کہ یہ بے سروسامان اور نہتے افراد دُنیا کی عظیم ترین طاقت کسریٰ کا غرور خاک میں ملا کر رہینگے۔

لیکن دُنیا نے دیکھا کہ اس واقعے کو پندرہ سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ انہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اپنے رب کا نام لیکر اُٹھے، اور اس عظیم طاقت سے ٹکرا گئے جس کے جاہ وجلال سے کبھی روم کے محلات تک لرزا کرتے تھے۔ کسریٰ کے محل کی یہ ایک دیوار چودہ صدیوں سے زائد کے تھپیڑے سہنے کے باوجود آج بھی شان و شوکہ کی تصویر ہے، اور اس کے نیچے کھڑے ہو کر آج بھی کوئی شخص سطوت کا تأثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے ستون برج ابھی تک سلامت ہیں، بیچ میں ایک بلند قامت محرابی دروازہ ہے، جس کے بعد ایک وسیع وعریض ہال کے آثار نظر آتے ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ کسریٰ کا دربار رہا ہوگا، یا محل کا کوئی اور اہم حصّہ۔

ایک روایت کے مطابق اس ایوان کے دروازے پر جو پردہ پڑا ہوا تھا، فتح مدائن کے وقت اس کو آگ لگا دی گئی تھی، بعد میں اس پردے سے دس لاکھ مثقال سونا برآمد ہوا، جس کی قیمت ایک کروڑ درہم تھی۔

(تاریخ بغداد، للخطیب ص ۱۳۱ ج ۱)

جب اس بوسیدگی اور فرسودگی کے عالم میں اس عمارت کے شکوہ کا یہ حال ہے تو جب یہ محل اپنے عہدِ شباب پر ہوگا، اُس وقت اس کی شان و شوکت کا کیا عالم ہوگا؟ اس کی سربفلک فصیل اُس دَور کے لحاظ سے یقیناً ناقابلِ تسخیر ہوگی۔ اُس زمانے میں دجلہ اسی فصیل کے نیچے بہتا تھا، اس لئے دریا عبور کر کے اس فصیل پر چڑھنا اور اسے فتح کرنا، جبکہ فصیل کے ہر قدم پر کھڑے ہوئے پہرہ دار ہر لمحے تیروں، نیزوں اور کھولتے ہوئے تیل کی بارش کر رہے ہوں، جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

لیکن نہ جانے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ غلام کونسا جذبہ اور ایمان کی کونسی طاقت لیکر آئے تھے کہ یہ پیکرِ سطوت عمارتیں ان کی یلغار کو نہ روک سکیں، کج کلاہ ایران کی صدیوں پُرانی تاریخ آن کی آن میں پیوندِ خاک ہوگئی، اور اس کا شہرۂ آفاق دبدبہ مجاہدین کے غبارِ راہ میں گم ہو کر رہ گیا۔

مُسلمانوں نے کسریٰ کے اس ایوان کو ایک عبرتناک یادگار کے طور پر باقی رکھا۔ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ اسے منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر ان کے ایک ایرانی مشیر نے مشورہ دیا کہ آپ اگر اس ایوان کو باقی رکھیں گے تو اس سے ہر دیکھنے والے پر یہ تأثر قائم ہوگا کہ مُسلمانوں کیساتھ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد شامل تھی، ورنہ عرب کے بے سروسامان صحرانشین اس جیسے ایوان کو ہرگز فتح نہ کرسکتے۔

کج کلاہ ایران کی صدیوں پُرانی تاریخ آن کی آن میں پیوندِ خاک ہوگئی، اور اس کا شہرۂ آفاق دبدبہ مجاہدین کے غبارِ راہ میں گم ہو کر رہ گیا۔

منصور نے مشورہ سُنا، لیکن دل میں یہ خیال ہوا کہ شاید یہ مشیر ایرانی نژاد ہونے کی بنا پر اپنے آباو اجداد کی یادگار قائم رکھنے کیلئے یہ مشورہ دے رہا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نے مشورے کی پروا نہ کرتے ہوئے اسے منہدم کرنے کا حکم دیدیا۔ لیکن جب ایوان کو توڑنا شروع کیا تو تھوڑا ہی حصّہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے توڑنے پر اتنی زبردست لاگت آئے گی کہ اس کے ملبے سے اس کا بہت تھوڑا حصّہ وصول ہوگا، اور اس طرح بہت سی قومی دولت ضائع ہو جائے گی۔ اس موقع پر منصور نے اسی مشیر کو پھر بُلا کر مشورہ کیا، اُس نے کہا کہ "میں نے آپ کو پہلے ہی مشورہ دیا تھا کہ اسے نہ توڑیں۔ لیکن اَب میں آپ کیلئے یہ بات عار سمجھتا ہوں کہ کہنے والے یہ کہیں کہ ایرانیوں نے ایسی عمارت بنائی تھی کہ آپ لوگ اسے منہدم کرنے پر بھی قادر نہ ہوئے، لہٰذا اب میرا مشورہ یہ ہے کہ اسے ضرور توڑا جائے۔"

خلیفہ منصور پھر کشش و پنج میں پڑ گئے، لیکن غور و فکر کے بعد آخر میں فیصلہ یہی کیا کہ کام بند کرا دیا جائے، کیونکہ اس میں دولت کا بڑا ضیاع ہے۔ چنانچہ یہ ایوان اس وقت سے باقی چلا آتا ہے۔ (تاریخ بغداد للخطیب ص ۱۳۰ و ۱۳۱ ج ۱)

عربی کے مشہور شاعر بحتری نے اس ایوان کی منظر کشی میں ایک معرکۃ الآرا قصیدہ کہا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں اس سے بہتر "قصیدۂ سینیہ" نہیں کہا گیا، اور بحتری کے دو قصیدے ایسے ہیں، ایک ایوانِ کسریٰ کی منظر کشی میں، اور دوسرا متوکل کے بنائے ہوئے ایک تالاب کی تعریف میں، کہ اگر وہ ان دو قصیدوں کے سوا کچھ نہ کہتا تو بھی وہ اس کی شاعرانہ عظمت کے لئے کافی تھے۔ ایوانِ کسریٰ کے بارے میں اس کے قصیدے کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

صنت نفسی عما یدنس نفسی   وترفعت عن جدا کل جبس

وکأن الإیوان من عجب الصنـ   ـعة جوب فی جنب أرعن جلس

طاقِ کسریٰ کے نیچے کھڑے ہو کر چودہ صدیوں کے بیشمار واقعات کی ایک فلم تھی جو دل و دماغ میں چلتی رہی۔ تصویر کی نگاہ کو کبھی یہاں وہ کج کلاہ نظر آئے جنکے عہدِ حکومت میں سُورج غروب نہیں ہوتا تھا، کبھی کبر و غرور کے وہ پُتلے دکھائی دیئے جنہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کرنے کی جسارت کی تھی، کبھی اس ایوان کے زرنگار کروں میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت ربعی بن عامرؓ کی گونجتی ہوئی تقریریں سُنائی دیں، کبھی اس کی فصیل پر چڑھتے ہوئے وہ سرفروش مجاہدین نظر آئے جن کے ہاتھوں اس کبر و غرور کا استیصال مقدر تھا، کبھی یہاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت خالد بن عرفطہؓ اور انکے رفقاء کو فتح کے تشکر میں سجدہ ریز دیکھا۔ غرض نہ جانے ماضی کی کتنی دلآویز تصویریں تھیں جو چند لمحوں میں نظروں کے سامنے سے گذر گئیں۔ اور جب اِس عالمِ تصور سے جیتی جاگتی زندگی کی طرف واپسی ہوئی تو حسین تصورات کا یہ سارا محل زمین پر آ رہا۔ میں ایک ایسی زمین پر کھڑا تھا جو فاتحینِ مدائن کے نام لیواؤں پر تنگ ہو رہی ہے، جہاں انہی صحرا نشینوں کی ہم جیسی ناخلف اولاد وسائل و اسباب کی فراوانی کے باوجود ایمان و یقین کی اس دولت سے محروم ہوتی جا رہی ہے جو روم و ایران کی تسخیر کا حوصلہ پیدا کرتی تھی، اور اس کے نتیجے میں وہ قیصر و کسریٰ کے ماڈرن جانشینوں سے آنکھیں چار کرنے کے بجائے ان کے دبدبے کے سامنے ہتھیار ڈالے کھڑی ہے، اور زندگی کے ہر کام میں ان کے پیچھے چلنے کیلئے تیار ہے۔

اس عظیم اور المناک تضاد کا تصور کر کے دل بھی کلپا، حیرت بھی ہوئی، لیکن پھر تمام شکوک و شبہات کا جواب ایک ہی شعر میں مل گیا ؎

حیرت نہ کر بدن کو مرے چُور دیکھ کر
اُن رفعتوں کو دیکھ جہاں سے گرا تھا میں

(باقی آئندہ)

بقیہ: بیٹے کی قربانی

تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو" یہ کہکر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا، پُرنم آنکھوں سے انہیں باندھا۔ (مظہری)
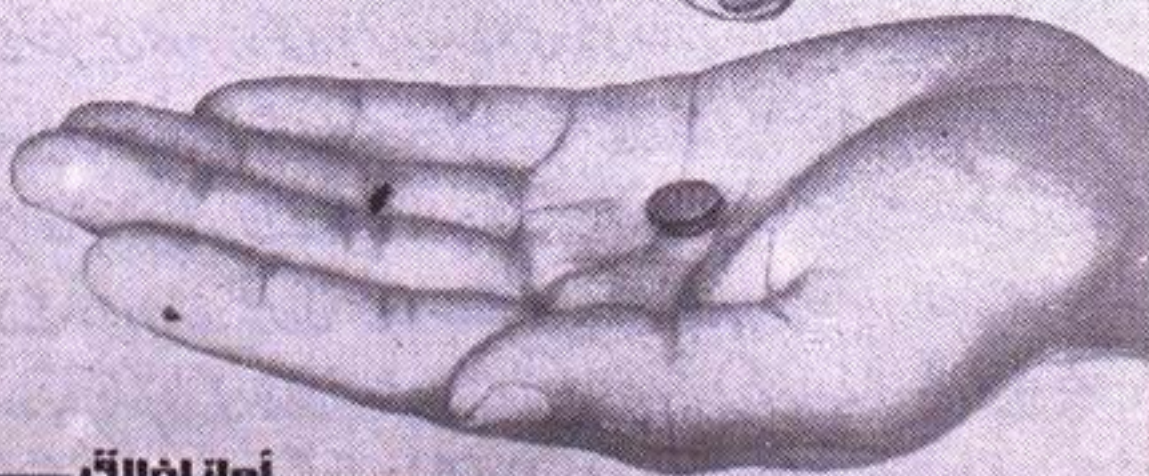
محمد اسلم رانا

مرکز تحقیق مسیحیت لاہور

حضرت مریم صدیقہ

ایک دلچسپ تاریخی مطالعہ

قرآن مجید میں سورۃ مریم کی آیت ۲۸ میں حضرت مریم صدیقہ کو "اُخْتَ ھَارُوْنَ" یعنی (حضرت موسیٰؑ کے بھائی) حضرت ہارونؑ کی بہن اور سورۃ تحریم کی آخری آیت میں عمرآن کی بیٹی لکھا گیا ہے۔ حضرت ہارونؑ کی ایک بہن کا نام بھی مریم تھا وہ نبیہ تھیں، وہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا گانے میں مقبول تھیں (کتاب خروج باب ۱۵ ورس ۲۰، ۲۱)۔ مسیحی سمجھتے ہیں کہ سورۃ مریم اور سورۃ تحریم میں بھی انہیں کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ قرآن اُنہیں مریم کو حضرت مسیحؑ کی والدہ قرار دے رہا ہے۔ (میزان الحق صفحہ ۳۶۹ مصنفہ پادری سی جی فانڈر ڈی ڈی)۔ مسیحی بھائیوں کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ ہر دو سورتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہی کا ذکر خیر ہے۔ اول الذکر سورۃ بھی انہیں کے نام پر مریم کہلاتی ہے۔ موصوفہ کو بوجوہ ہارونؑ کی بہن اور عمرآن کی بیٹی کہا گیا ہے۔ عمرآن کو بائبل میں عمرام لکھا گیا ہے (بائبل۔ کتاب گنتی ۲۶ : ۵۹) لیکن قرآن کا عمرآن لکھنا بھی درست ہے کیونکہ بائبل کی کتاب ۱۔ تواریخ باب ۶ ورس ۱۔ میں لاوی کے بیٹے کو جیرسون اور اسی حوالہ کے درس ۱۶۔ میں جیرسوم لکھا گیا ہے۔

چونکہ یہ سوال نصرانیوں کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے اس لئے ہم اسے حل کرتے وقت

صرف ندائی کتب مقدسہ ہی کا مطالعہ پیش کریں گے۔ عمرانؑ حضرت ہارونؑ اور موسیٰؑ کے والد ماجد کا اسم گرامی تھا از روئے بائبل بنی اسرائیل میں پاک تیل بنانا، بادشاہت، نبوت و رسالت، کہانت یعنی مذہبی رسومات میں عوام کی رہنمائی، امامت اور پیشوائی کے لئے پاک تیل سے مسح کر کے سرفراز کیا جانا محض حضرت ہارونؑ اور ان کی اولاد ہی کے لئے مخصوص ہے۔ (کتاب خروج باب ۳۰ درس ۳۰-۳۳، گنتی ۱۸:۸، خروج ۲۸:۴، ۶، گنتی ۱۸:۲۲ وغیرہ) اگرچہ حضرت ہارونؑ کی نسبت حضرت موسیٰؑ اللہ کریم کے زیادہ مقرب تھے لیکن چونکہ حضرت موسیٰؑ کی اولاد کے مقابلہ میں حضرت ہارونؑ کی اولاد کو فضیلت بخشی گئی تھی اس عزت و تکریم کی وجہ سے بی بی مریم کو حضرت موسیٰؑ کی بجائے حضرت ہارونؑ کی بہن پکارا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو نبوت اور تورات کی عظیم الشان شریعت ملی۔ انہوں نے اسرائیلیوں کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی اور ملک موعود فلسطین تک پہنچایا۔ ان اسباب کی بناء پر بنی اسرائیل ان کو اپنا نجات دہندہ اور محسن اعظم سمجھتے ہیں اور ان کی بے حد عزت و تکریم کرتے ہیں ان دونوں حضرات کے والد گرامی ہونے کی حیثیت سے جناب عمرانؑ بھی انتہائی واجب الاحترام اور معزز ہستی سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت مریم کا خاندان:

حضرت مریم صدیقہ حضرت ہارونؑ کے مقدس مذہبی خاندان میں سے تھیں جیسا کہ لوقا کی انجیل میں لکھا ہے:

"اَبیاہ کے فریق میں زکریاہ (حضرت زکریاؑ) نام ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارونؑ کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام اَلیشَبَع تھا۔" (باب ۱ درس ۵)

"اور فرشتہ نے جواب میں اس (مریم۔ اسلم) سے کہا اور دیکھ تیری رشتہ دار اَلیشَبَع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا (حضرت یحییٰؑ) ہونے والا ہے۔" (لوقا باب ۱ درس ۳۵، ۳۶)

یعنی اَلیشَبَع ہارونؑ کی اولاد میں سے تھیں اور مریم ان کی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے بنی ہارونؑ ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔

بزرگوں سے انتساب:

بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں اپنے آباؤ اجداد میں سے عظیم شخصیات کی طرف انتساب کا رواج عام تھا، اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا۔

بائبل میں تمام قوم یہود کو بنی اسرائیل ہی پکارا گیا ہے حالانکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے یہودی ان کی اولاد ہیں لیکن وہ تمام درمیانی پشتوں کے فاصلے پاٹ کر اپنے آپ کو اسرائیل کی معزز و محترم ہستی کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح انجیل متی میں یسوع مسیحؑ ابن داؤدؑ ابن ابراہامؑ لکھا گیا ہے۔ اناجیل میں مسیحؑ نے بار بار اپنے آپ کو ابن آدمؑ پکارا ہے چونکہ وہ کسی انسان کے صلبی بیٹے نہیں تھے اس لئے وہ اپنے آپ کو براہ راست حضرت آدمؑ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ القصہ جب یہودی کسی ایک فرد کو کسی عظیم المرتبت شخصیت کا بیٹا یا بہن کہکر پکارتے تو اس نسبت سے منسوب شخص منسوب الیہ ہستی کا سچ مچ حقیقی بیٹا، بہن، بیٹی یا بھائی نہیں بن جاتا تھا۔ ان کی یہ مراد ہرگز نہیں ہوتی تھی۔

مریم والدۂ مسیح:

سورۃ آل عمران اور سورۃ مریم میں حضرت مریم صدیقہ کی متعلقہ حیات طیبہ اور مسیح علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی کافی تفصیلات آئی ہیں۔ مسیحی کتب مقدسہ میں فرشتے کی، کنواری مریم کو یسوع بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری ہی کا تذکرہ ہے۔ (انجیل متی باب ا انجیل لوقا باب ا) سورۃ مریم میں سولھویں آیت سے بی بی مریم طاہرہ کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ مریم کا اپنے گھر والوں سے جدا ہو کر بیت المقدس کے مشرقی حصہ میں جاکر علیحدگی اختیار کرنا، ان کی خدمت میں فرشتہ کا انسانی صورت میں جانا اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دینا اور اس موضوع پر مکالمہ، پھر مریم کا حاملہ ہونا، دردزہ، پانی کا چشمہ اور کھجور، چپ کا روزہ۔ کنواری لڑکی کو بچے کی غیر متوقع پیدائش پر قوم کا امڈ پڑنا اور سورۃ تحریم کی آخری آیت میں مذکور نغمہ کا معاملہ تمام کے تمام امور ایسے ہیں جو حضرت مسیح کی والدہ محترمہ مریم کو ہی پیش آئے تھے مذکورہ حقائق کو پس پشت ڈال کر ان لوگوں کے حضرت مسیح کی والدہ مریم کو "ہارون کی بہن" کہکر خطاب کرنے اور سورۃ تحریم میں عمران کی بیٹی لکھا جانے سے یہ سمجھ لینا کہ چودہ سو برس بیشتر وفات پا جانے والی حضرت ہارون علیہ السلام کی حقیقی بہن مریم ہی خداوند یسوع مسیح کی ماں تھی۔" (میزان الحق صفحہ ٣٦٩) کم فہمی پر مبنی ہے جس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہودی نظریہ:

اناجیل میں حضرت مسیح یا حضرت مریم پر یہودیوں کے کسی الزام یا بہتان کا ذکر نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مذکورہ واقعات پیش نہیں آئے تھے۔ یہودی حضرت مسیحؑ پر الزام لگاتے تھے۔ یہودیوں کی احادیث و روایات کی کتاب "طالمود" میں حضرت مسیحؑ کے بارے میں

جو کچھ مندرج ہے اس کا خلاصہ رپورٹ چارلس یونیورسٹی آف ہیڈل برگ میں مطالعۂ عہد جدید کے فاضل پروفیسر گنتھر بارن کم کی زبانی سُنئے :

" پینتھر نامی رومی سپاہی کے ناجائز بیٹے کی حیثیت سے پیدا ہوا۔ یسوع (یونانی یشوع) جادو کے کام کرتا تھا۔ داناؤں کا مذاق اُڑاتا تھا۔ لوگوں کو بہکاتا اور انتشار پھیلاتا تھا۔ اپنے گرد پانچ شاگرد اکٹھے کئے۔ عید فسح کی شام کو پھانسی پر لٹکایا (صلیب دیا) گیا۔"

(انسائیکلو پیڈیا برٹینکا مطبوعہ ۱۹۷۴ء۔ جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۵ کالم ۱)

اصل موضوع کی وضاحت :

بہرحال کنواری مریم کو بچے کی پیدائش پر لوگ سخت حیران ہوئے اور تعجب انگیز لہجہ میں کہا :

"اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہیں تھا اور تیری ماں بدکار تھی۔"

(سورۃ مریم، ترجمہ: آیت ۲۸)

اس مضمون میں کی گئی وضاحتوں کے مدنظر انہوں نے بی بی مریم کو شرم دلانے کے لئے انہیں نام لیکر پکارنے کی بجائے ان کے عظیم جد امجد حضرت ہارونؑ کی طرف منسوب کیا کہ تجھ سے یہ حرکت نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ (۲) حضرت ہارونؑ کے مذہبی گھرانے سے متعلق ہونے کی وجہ سے بھی ان کے لئے یہ کام بالخصوص برا تھا۔ (۳) ہم جان چکے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بھی مریم نامی ایک بہن تھیں جو نبیہ اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول تھیں۔ مسیح کی والدہ کو حضرت ہارونؑ کی وہ بہن کہکر پکارنے سے بھی محترمہ کو غیرت دلانا مقصود تھا کہ یہ نازیبا حرکت ان کی شان کے شایان نہیں تھی۔

مسیح کی گواہی :

مسیحی کتب مقدسہ کا مجموعہ بائبل دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ یہودی فقط پہلے حصہ کی کتابوں کو ہی مقدس سمجھتے ہیں ابھی تک ہم نے اپنے مؤقف کی وضاحت کے لئے زیادہ تر انہیں کا سہارا لیا ہے۔ دوسرے حصہ کو صرف مسیحی مقدس مانتے ہیں۔ مسیحی یہودیوں والے حصہ کو مقدس تو سمجھتے ہیں لیکن اپنی کتابوں کی نسبت کم اہمیت دیتے ہیں۔ اس ضمن میں بائبل کا موجودہ اردو ترجمہ ۱۹۳۰ء میں کرنے والی آٹھ رکنی کمیٹی کے ایک فاضل ممبر پادری ولیم میچن ایم اے اپنی کتاب مسیحی مسائل کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں :

"پس سو برس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم پاک نوشتوں (یعنی بائبل میں شامل کتابوں۔ اسلم) کی بابت اپنے باپ دادا سے بہت زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اب ہم جانتے ہیں کہ پاک نوشتے خاص کر عہد جدید (یعنی بائبل کی وہ کتابیں جنہیں صرف مسیحی مقدس سمجھتے ہیں) کی کتابیں معتبر ہیں۔"

مزید یہ کہ مسیحیوں کے نزدیک مسیح کے قول سے بڑی حجت اور کوئی نہیں ہوسکتی اس لئے مسیحیوں کی غلط فہمی کے ازالہ کی غرض سے انجیل لوقا کا ایک اقتباس ہدیۂ قارئین ہے:

"اور دیکھو ایک عورت تھی جس کو اٹھارہ برس سے کسی بدروح کے باعث کمزوری تھی وہ کبڑی ہوگئی تھی، اور کسی طرح سیدھی نہ ہوسکتی تھی، یسوع نے اسے دیکھ کر پاس بلایا اور اس سے کہا اے عورت تو اپنی کمزوری سے چھوٹ گئی اور اس نے اس پر ہاتھ رکھے۔ اسی دم وہ سیدھی ہوگئی اور خدا کی تمجید کرنے لگی۔ عبادت خانہ کا سردار اس لئے کہ یسوع نے سبت کے دن شفا بخشی، خفا ہو کر لوگوں سے کہنے لگا چھ دن ہیں جن میں کام کرنا چاہیئے پس انہی میں آکر شفا پاؤ نہ کہ سبت کے دن۔ خداوند (یعنی مسیح۔ اسلم) نے اس کے جواب میں کہا۔ اے ریاکارو! کیا ہر ایک تم میں سے سبت کے دن اپنے بیل یا گدھے کو تھان سے کھول کر پانی پلانے نہیں لے جاتا پس کیا واجب نہ تھا کہ یہ جو ابراہام کی بیٹی ہے جس کو شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھا تھا سبت کے دن اس بند سے چھڑائی جاتی؟"

(انجیل لوقا باب ۱۳ دروس ۱۱ تا ۱۶)

یعنی مسیح نے ایک یہودی عورت کو جو یقیناً دو ہزار برس عمر کی نہیں تھی۔ ابراہام کی حقیقی بیٹی نہیں تھی۔ ابراہام کی بیٹی کہا۔ تو جس رشتہ سے مسیح نے اس خاتون کو ابراہام کی بیٹی قرار دیا بالکل ٹھیک اسی ناتے سے حضرت مسیح کی ماں مریم مقدسہ، ہارون کی بہن (سورۃ مریم آیت ۲۸) اور عمران کی بیٹی (سورۃ تحریم آیت آخری) تھیں۔

محمد عبدالحلیم چشتی

محدثین کے کتب خانے

فن کتب خانہ مسلمانوں کا خاص فن رہا ہے اس فن کو پروان چڑھانے کے لئے انہوں نے جیسی دیرپا اور گوناگوں خدمات انجام دی ہیں، عہد اسلامی سے قبل کتب خانوں کی تاریخ میں ان کا کہیں سراغ نہیں لگتا۔

اس فن کی اساس حکم اقراء اور قیدوا العلم بالکتاب پر قائم ہے نور اقرائے عالم میں جب علمی دور کا آغاز ہوا اور تحریک علوم و کتب کے احیاء کا ایسا ترقی پذیر سلسلہ شروع ہوا کہ جب تک اس عالم اقرار کا سلسلہ قائم ہے، عوامی، ادارہ جاتی اور انفرادی کتب خانوں کا قیام عمل میں آتا رہے گا۔ اسلام میں کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک اسی نور اقرار کی منت پذیر ہے۔

انفرادی کتب خانوں میں محدثین کے کتب خانوں کا تذکرہ ہدیہ ناظرین ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کو پروان چڑھانے میں محدثین کرام نے کیسی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔

محدثین کا ابتداء ہی سے خزانۃ الکتب کے فروغ، وسعت و کثرت میں غیر معمولی حصہ رہا ہے جس کی بڑی وجہ بقولِ حافظ حدیث مروان بن محمد المتوفی ۲۱۰ھ یہ تھی کہ کسی محدث کو راست گوئی، حفظ اور صحت کتب کے بغیر چارہ نہ تھا اگر وہ صفت صدق و راست گوئی[۲] صحت کتب سے آراستہ ہوتا تو اس کی تضعیف ممکن نہ تھی اگر اس کی یادداشت قوی نہ ہوتی تو وہ اپنی صحیح کتابوں کو دیکھ کر حدیثیں بیان کرسکتا تھا[۳] اس بناء پر محدثین میں

ہرایک محدث ذاتی کتب خانہ رکھتا تھا[۴] مذکورہ بالا چار صفات سے آراستہ رہنا محدثین کے قیام کتب خانے کا محرک تھا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابوں کو جمع کرنا، ان کی حفاظت، توسیع و اشاعت محدثین کے فرائض میں داخل تھا۔ محدثین اپنے اصل نسخوں کو محض تصرف کے اندیشہ سے اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے اپنی موجودگی میں ان کی نقل کراتے اگر وہ کسی کو دیتے تو نہایت قابلِ اعتماد شاگرد و عالم کو دیتے تھے جس کے متعلق انھیں ادنیٰ سے تصرف و ضیاع کا شبہ بھی نہ ہوتا[۵]۔

ابوالعباس احمد بن محمد بن خلعل حزج اموی المعروف بعشاب المتوفی ۶۳۶ھ جو بلند پایہ محدث و طبیب اور جڑی بوٹی کے ماہر تھے، فرماتے تھے:

"حدیث و نبات میں قوی وجہ اشتراک موجود ہے ان کا (۱) مواد (۲) رحلہ و تحصیل و تحقیق علم کی خاطر سفر (۳) کتابت (۴) تصحیح اصول (۵) و مشکلات لفظ کی تحقیق اور (۶) تحفظ ادیان و ابدان ہے[۶]

بعض محدثین کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث و طلب حدیث دو جداگانہ امر ہیں' طلب حدیث ایک اصطلاح ہے جو ماہیت حدیث کی تحصیل پر چند زائد امور سے عبارت ہے وہ امور علم کی ترقی کا موجب ہیں اور محدث کو ان میں زیادہ تر حسب ذیل امور سے شغف رہتا ہے:

(۱) حدیث کی کتابوں کے عمدہ نسخے حاصل کرنا۔

(۲) علمی سند رکھنا۔

(۳) زیادہ شیوخ سے سند لینا۔

(۴) مسند، محدث و حاکم وغیرہ کے لقب سے خوش ہونا۔

(۵) درازی عمر کا آرزومند رہنا۔

(۶) بعض باتوں میں یکتا ہونا[۷]

بعد کے دور میں ملحدین، محدثین پر ذخائر کتب و جمع کتب کی وجہ سے زبان طعن دراز کرنے لگے تھے، چنانچہ کہنے لگے تھے زوایل اسفار لا یدرون ما معھم[۸] یہ کتابوں کے بورے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ ان کے ذخائر کتب میں کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شروع سے کتب حدیث کے عمدہ نسخے حاصل کرنا ایک محدث کے لئے لازمی

امر تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ محدثین تین مقاصد کے تحت قلمبند کرتے تھے:

(۱) تعمیر سیرت و عمل۔

(۲) اضافہ علم

(۳) ضعیف راویوں کی شناخت اور ان سے اجتناب۔

یہ تمام امور محدثین کے کتب خانہ سازی کے محرکات سے تھے اس لئے محدثین کے منتخب کتب خانوں کی تعداد بھی دوسرے ائمہ فن کے کتب خانوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

(۱) ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی (۹۷ - ۱۶۱ھ/ ۷۱۶ - ۷۷۸ء) اپنے زمانے میں فن حدیث، تفسیر، فقہ اور زہد و ورع کے امام، محدث، حافظ حدیث، مجتہد و مصنف تھے۔ تفسیر، حدیث، زہد و اخلاقیات کے موضوع پر کتابیں لکھی تھیں[۹]۔ ان کا خزانۃ الکتب کوفہ میں نو قمطر کتابوں پر مشتمل تھا[۱۰] موصوف کے ذخیرہ علمی میں امام ابوحنیفہ کی تصانیف بھی تھیں جو انہوں نے اپنے کتب خانہ کے لئے نقل کی تھیں، ثوری نے عمار بن سیف کو اپنی کتابیں جلانے کی وصیت کی تھی، اس کے مطابق انھوں نے ان کو جلایا تھا، محمد بن حسین المعروف بابن بعرہ کے خزانۃ الکتب میں ثوری کے بعض نوشتے محفوظ تھے[۱۱]

(۲) ابوجعفر احمد بن مہدی بن رستم اصفہانی (۰۰ - ۲۷۲ھ/ ۰۰ - ۸۸۵ء) یہ نامور محدث تھے، موصوف نے اپنے کتب خانہ میں کتابوں کے صحیح صحیح نسخے جمع کئے تھے اور ان پر موصوف نے تین لاکھ درہم خرچ کئے تھے[۱۲]

(۳) ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید مولیٰ بنی ہاشم کوفی (۱۲۱ - ۲۰۱ھ/ ۷۳۹ - ۸۱۷ء) حافظ حدیث، مورخ و زاہد تھے ان کی کتابیں نہایت صحیح تھیں[۱۳] موصوف اہل علم کو کتابیں عاریۃً دیتے تھے وکیع نے ان کو منع کیا کہ کتابیں عاریۃً دینے سے کتابیں ضائع ہوجاتی ہیں، مگر یہ اس سے باز نہیں آئے۔ آخر عمر میں ان پر زہد کا غلبہ ہوا تو انہوں نے تمام کتابیں زیرزمین دفن کردی تھیں[۱۴]

(۴) ابومحمد روح بن عبادہ بن العلاء بن حسان قیسی بصری (۰۰ - ۲۰۵ھ/ ۰۰ - ۸۲۰ء) محدث، حافظ حدیث و مصنف تھے، حدیث تفسیر و فقہ وغیرہ کی احادیث اور کتابوں کا نہایت

عمدہ ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ان موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کی تھیں۔ علی بن المدینی نے ان کے کتب خانے میں ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہوئی حدیثیں دیکھی تھیں اور ان میں سے دس ہزار حدیثیں انہوں نے نقل بھی کی تھیں[۱۵]۔ ان کے ذخیرہ کتب میں مسائل زہری بھی تھے یہ اپنے کتب خانے سے لوگوں کو کتابیں عاریۃً دیتے تھے، عثمان بن عمر نے ان سے کتاب ہشام عاریۃً لی تھی[۱۶]۔

(۵) ابوخیثمہ زہیر بن حرب بن شداد نسائی (۱۶۰-۲۳۴ھ/ ۷۷۷-۸۴۸ء) بلند پایہ محدث بغداد حافظ حدیث و مصنف تھے[۱۷] کتابوں کے شوقین تھے ان کے پاس احادیث اور اپنی تصانیف کا ذخیرہ تھا۔ موصوف نے بھی یحیٰ بن معین کے مرنے کے بعد ان کا کتب خانہ دو سو دینار میں خریدا تھا[۱۸]۔

(۶) ابوزرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید رازی (۲۰۰-۲۶۴ھ/ ۸۱۵-۸۷۸ء) موالی سے تھے، فن حدیث و رجال کے امام، بلند پایہ محدث، حافظ حدیث تھے، بہت لکھا تھا، ایک لاکھ حدیثیں ابراہیم فراء اور ایک لاکھ ابن ابی شیبہ سے نقل کی تھیں[۱۹] موصوف کا کتب خانہ "بیت الکتب" کے نام سے موسوم تھا، چنانچہ ایک مرتبہ محمد بن مسلم بن وارہ المتوفی ۲۷۰ھ اور فضل بن العباس الصائغ المتوفی ۲۷۰ھ میں حدیث کا مذاکرہ شروع ہوا ابن وارہ نے ایک حدیث پڑھی، الصائغ نے انھیں ٹوکا کہ حدیث یوں نہیں۔ بحث شروع ہو گئی۔ فضل صائغ بولے فیصلہ ابوزرعہ پر ہے، یہ ابوزرعہ کے پاس آئے، ابن وارہ نے ابوزرعہ کو قصہ سنایا اور پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں، ہم میں کون غلطی پر ہے۔ ابوزرعہ خاموش رہے، ابوزرعہ تغافل کرنے لگے۔ ابن وارہ کا اصرار بڑھا اور کہنے لگے اگر میں غلطی پر ہوں یا وہ بتا دیجئے، فرمایا: ابوالقاسم کو بلاؤ، اسے فرمایا ذرا "بیت الکتب" میں جاؤ اور قمطر اول سے سولہ تک گننے کے بعد سترھواں قمطر اٹھا لاؤ، وہ اٹھا لایا، ابوزرعہ نے ورق پلٹا اور حدیث نکال کر ابن وارہ کو دیدی انھوں نے پڑھی اور کہا بلا شبہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے[۲۰] اسی لئے ابوزرعہ فرماتے تھے میرے گھر میں پچاس برس سے حدیثیں لکھی ہوئی رکھی ہیں جب سے انھیں لکھا ہے مطالعہ نہیں کر سکا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ کون سی حدیث کس کتاب کے کس ورق، کس صفحے اور کس سطر میں موجود ہے[۲۱]۔

عہد عباسی کے یہ انفرادی کتب خانے تھے لیکن اپنی ہیئت کے اعتبار سے ذاتی کتب خانوں کی حیثیت نہیں رکھتے تھے یہ ادارے تھے بلکہ ادارہ جاتی کتب خانے کہے جانے کے مستحق ہیں کیونکہ یہ جن کے کتب خانے

تھے وہ عوامی کتب خانوں کے تمام وظائف و لوازمات (FUNCTIONS) تعلیم، تحقیق و ذوق جمال کی تسکین کا سامان مہیا کرتے تھے۔

(۷) ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر مولی سعدی بصری المعروف با بن المدینی (۱۶۱-۲۳۴ھ/۷۷۸-۸۴۸ء) یہ بھی موالی کی اولاد سے تھے، حافظ حدیث، محدث ابن محدث، فقیہہ، اصولی، مورخ، انساب و رجال کے ماہر، لغوی اور دوسرے علوم میں مناسبت رکھتے تھے، فن حدیث کے امام و بلند پایہ مصنف تھے۔[۲۲] امام احمد بن حنبل جلالت علمی کی بنا، پرانھیں نام کے بجائے کنیت سے یاد کرتے تھے۔[۲۳] موصوف کتابیں قمطر میں رکھتے تھے ایک مسند قرطاس پر لکھی اور گھر میں اسے ایک بڑے قمطر میں رکھ کر سفر پر روانہ ہو گئے جب آ کر قمطر کے ہاتھ لگایا تو بہت وزنی معلوم ہوا، کھول کر دیکھا تو دیمک چاٹ چکی تھی بہت صدمہ ہوا اور ساری مسرت جاتی رہی۔[۲۴] اس سے ان کے کتابوں سے شغف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ گھر ہی میں تھا۔

ان کے ذخیرہ کتب میں امام شافعی کے کتاب الرسالہ کے علاوہ ان کی دو سو تصانیف بھی تھیں جن سے حدیث و رجال کی بعض کتابوں کے نام حاکم نے معرفہ علوم الحدیث میں تقریباً ایک صفحے میں گنائے ہیں اور لکھا ہے:

> "ہم نے اس مقام پر ان کی تصانیف کی فہرست پر اکتفا کیا ہے جو ان کے تبحر علمی و فن میں برتری و کمال علمی کی دلیل ہے۔"[۲۵]

ابن الندیم نے الفہرست میں ان کی صرف چار کتابوں کے نام نقل کئے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نامور مصنفین کی تصانیف کا کس قدر کم ذخیرہ کتاب الفہرست میں آ سکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے ابن الندیم کی کتاب الفہرست سے زیادہ اعتنا نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء وغیرہ کی تصانیف کی کتابیات تیار کی جاتی تھیں اور اس کی اشاعت ان کے تلامذہ و راویان کتب کے ذریعہ ہوتی تھی۔

(باقی آئندہ)

:- حوالہ جات :-

۱ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مصر، مطبعۃ السعادۃ ۱۳۵۸ھ، ج ۲ (ص ۱۱۴) ابن خلکان، وفیات الاعیان (ابناء ابناء الزمان) مصر: المطبعۃ الیمنیۃ ۱۳۱۰ھ، ج ۱ ص ۳۳۳۔

۲۔ احمد بن علی الدلجی، الفلاکۃ والمفلوکون، النجف، مطبعۃ الآداب، ۱۳۸۵ھ، صہ ۱۵۳۔

۳۔ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ط: ۳، الہند، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ ۱۳۷۵ھ، ج ۱ صہ ۳۴۹۔

۴۔ عیاض بن موسیٰ الیحصبی، الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع تحقیق احمد صقر، القاہرۃ، دارالتراث، ۱۳۸۹ھ، صہ ۱۳۵

۵۔ ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح وشرحہ التقیید والایضاح، حلب، المطبعۃ العلمیۃ، ۱۳۵۰ھ، صہ ۱۸۴۔ ۱۸۵، ابن حجر، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحشیۃ محمد عبداللہ التونکی، کانپور، المطبعۃ القیومیۃ، ۱۳۴۰ھ، صہ ۲۵۔

۶۔ لسان الدین، ج ۱ صہ ۲۱۵

۷۔ الذہبی، ج ۱ صہ ۲۰۵۔

۸۔ ابن الجوزی، نقد العلم والعلماء او تلبیس ابلیس، ط: ۷، القاہرۃ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ب۔ت، صہ ۱۱۳

۹ البستی، صہ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ابن الندیم، صہ ۳۱۵۔ الخطیب، ج ۹ صہ ۱۵۲۔ ابن خلکان، ج ا ص ۲۱۰ ابن حجر۔ ج ۴، ص ۱۱۴۔

۱۰۔ ابوحاتم محمد ابن حبان البستی، کتاب مشاہیر علماء الامصار تحقیق م، فلاشہمر، القاہرۃ: مطبعۃ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۳۷۹ھ، ص ۱۶۹۔ ۱۷۰، ابن الندیم، الفہرست، مصر، المطبعۃ الرحمانیہ ۱۳۴۸ھ ص ۳۱۵، الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۴۹ھ، ج ۹ ص ۱۵۲، ابن خلکان، ج ا ص ۲۱۰، ابن حجر، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۷ھ، ج ۴ ص ۱۱۴۔

۱۱۔ الخطیب، ج ۹ ص ۱۶۱۔

۱۲۔ ابن قتیبہ، المعارف، کراچی، کارخانہ تجارت کتب، ب۔ت، ص ۱۹۱۔ ۱۹۲۔

۱۳۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی، کتاب ذکر اخبار اصبہان، لیدن، مطبع ای جے بریل، ۱۹۳۱ء ص ۸۵۔

۱۴۔ الذہبی، ج ا ص ۳۲۱ وایضاً میزان الاعتدال فی نقد الرجال تحقیق علی محمد البجاوی، مصر،

عیسی البابی الحلبی، ۱۳۸۲ھ، ج ا ص ۵۸۸

۱۵۔ ابن حجر، ج ۳ ص ۳۔

۱۶۔ الخطیب، ج ۸ ص ۴۰۱، الذہبی، ج ا ص ۳۵۰، ابن حجر، ج ۳ ص ۲۹۲۔ ۲۹۴۔

۱۷۔ ایضاً ۔ ص ۴۰۴۔

۱۸۔ ایضاً ج ۸، ص ۴۸۲۔ الذہبی ج ا ص ۴۳۷۔ ابن حجر ج ۳ ص ۴۴۳۔ محمد جعفر الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ تحقیق محمد المنتصر الکتانی، ط: ۳، دمشق مطبعۃ دار الفکر، ۱۳۸۳ھ، ص ۵۶، ۶۳، ۱۶۳۔

۱۹۔ الخطیب، ج ۱۴ ص ۱۸۳۔

۲۰۔ ایضاً، ج ۱۰، ص ۳۲۷۔ ابن ابی حاتم، تقدمۃ کتاب الجرح والتعدیل، حیدرآباد الدکن، الہند، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷۱ھ ص ۳۳۷۔

۲۱۔ الخطیب، ج ۱۰ ص ۳۳۱۔ ۳۳۳، ابن حجر، ج ۷، ص ۳۳۔

۲۲۔ ابن حجر، ج ۷، ص ۳۳، ابن ابی یعلی، طبقات الحنابلہ، القاہرۃ، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ، ۱۳۷۱ھ ج ۱، ص ۲۰۱۔

۲۳۔ الخطیب، ج ۱۱ ص ۴۸۵، ابو اسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی۔ طبقات الفقہاء تحقیق احسان عباس، بیروت، دار الرائد العربی، ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۳۔ ۱۰۴، تاج الدین عبدالوہاب السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ تحقیق محمود محمد الطناحی، عبدالفتاح محمد الحلو، القاہرۃ، مطبعۃ عیسی البابی الحلبی، ۱۳۸۳ھ، ج ۲ ص ۱۳۵، النووی، تہذیب الاسماء واللغات، مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ب ت۔ ج ۱ ص ۳۵۰، ابن التقدیم، ص ۳۲۲، ابن ابی یعلی ج ا ص ۱۶۸، ابن حجر، ج ۷، ص ۳۵۲۔

۲۴۔ الذہبی، ج ۲ ص ۴۲۸۔ الخطیب، ج ۱۱ ص ۴۵۸۔ ۴۵۹۔

۲۵۔ الخطیب، ج ۱۱ ص ۴۶۲۔ ابن حجر، ج ۷، ص ۳۵۲۔

۲۶۔ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، القاہرۃ، مطبعۃ دار الکتب المصریہ، ۱۹۳۷ء، ص ۴۱۔ ۴۲۔ النووی، ج ا ص ۳۵۰۔ الذہبی، ج ۲ ص ۳۲۹، الخطیب، ج ۱۱ ص ۳۵۸۔ ابن ابی یعلی، ج ا ص ۱۶۸۔ ابن حجر، ج ۷، ص ۳۵۷

مرتب: احتشام الحق آسیا آبادی

بسلسلۂ مجالس رشد و ہدایت:

تربیت اولاد

از افادات: حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی مدظلہم العالی

آج کی مجلس میں تربیت اولاد سے متعلق کچھ کہنے کا خیال ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح بیان کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں،

میں نے اس پر کافی غور کیا کہ بے دینی کا سیلاب جو بڑی تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا ہے، ایک ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ گذرنے پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ پہلے سے بے دینی میں کافی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، آخر اس کا سبب کیا ہے اور اسے کس طرح روکا جائے، — آج سے چند سال پیشتر اگر کوئی ولی اللہ ہمارے خاندان سے متعلق یہ کہتا کہ اس خاندان میں بے پردگی اور کوٹ پتلون جیسی بے دینی آجائے گی تو ہمارے خاندان کے جاننے والے اس کو جھٹلاتے کہ اس خاندان میں اتنی جلدی بے دینی نہیں گھس سکتی، یہ خاندان اگر بے دینی کے راستہ پر پڑے تو بھی اس کے لئے صد ہا برس چاہئیں، مگر چند سال بعد آج ہم اپنی آنکھوں سے بدقسمتی کے اس دور انحطاط کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اسی خاندان کی لڑکیوں میں بھی بعض بے پردہ ہیں، اسی خاندان میں کوٹ پتلون کی مہلک وبا بھی پھیل گئی، ایک خاتون کی یہ حالت تھی کہ جب وہ کہیں باہر جانا چاہتی تو بیل گاڑی گھر کے اندر لائی جاتی، بیل گاڑی والے باہر چلے جاتے تب وہ سوار ہو جاتیں، کپڑے کے پردے پوری بیل گاڑی پر ڈالے جاتے، اس طرح ایک کمرے میں سفر ہو جاتی، اور جس گھر میں جاتیں، وہاں بھی اسی اہتمام سے اتر جاتیں،

اس قدر پردہ کے باوجود آج ہم انہیں کی اپنی اولاد کو یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بالکل بے پردہ باہر پھرتی ہیں، تباہی کا یہ سیلاب جو آج مسلمان گھرانوں میں امڈ آیا ہے، مجھے تو اس کا ایک ہی سبب نظر آتا ہے، اور وہ یہ کہ اولاد کی تربیت کی طرف توجہ نہ دی گئی، اگر اب بھی اس طرف توجہ نہ دی گئی تو بے دینی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے وہ آ کر رہے گا، اور جو تباہی آنی ہے وہ آ کر ہی رہے گی۔

اس سلسلے میں ایک بنیادی چیز جس کی وجہ سے بے دینی کی ابتدا ہوتی ہے وہ یہ کہ گھروں میں استعمال کے لئے لائی جانے والی عام چیزوں میں تصویریں لگی ہوتی ہیں، مختلف ذرائع سے جب گھروں میں یہ تصاویر آتی ہیں جن میں اکثر عریاں تصاویر ہی ہوتی ہیں، انہیں تصاویر کی وجہ سے رفتہ رفتہ بے دینی آجاتی ہے، اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جس گھر یا مجلس میں تصویر ہوگی تو یہ گناہ کی مجلس شمار ہوگی، جس طرح عبادت کی مجالس میں بیٹھنے سے تقویٰ، خدا کا خوف اور دینداری پیدا ہوتی ہے اسی طرح بے دینی اور گناہ کی مجالس میں بھی اس کی خباثت ضرور پیدا ہوجاتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جس گھر میں تصویر ہوگی اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اور جہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں تو عذاب کے فرشتے ہی آجاتے ہیں، دلوں پر اس کا بھی اثر ہوگا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب گناہ کی چیز کھلی ہوئی رکھی ہوتی ہے، جب اسے نہیں ہٹاتے تو اس سے گناہ کی نفرت دل سے نکل جاتی ہے، اور بالآخر گناہ پر جرأت بھی ہوتی ہے، اس کے برخلاف ان کے ہٹانے یا مٹانے سے اس کے ساتھ دل میں نفرت اور بیزاری پیدا ہوجاتی ہے، جو کسی گناہ پر ابھارنے کا ذریعہ نہ بنے گا۔ چوتھی بات یہ کہ گھروں میں لائی جانے والی عام اشیاء پر تصاویر بالخصوص عورتوں اور وہ بھی عریاں تصاویر کو دیکھ کر نوجوانوں کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں، اس سے ان کو گناہ پر دعوت ہوگی۔

آج یہ دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے دیندار لوگ اخبار اور دوسری بازاری چیزیں جب گھروں میں لاتے ہیں تو ان کو یہ خیال تک نہیں ہوتا کہ ان کے بچے ان کو نہ دیکھیں، حالانکہ ہر عقلمند انسان یہ خوب سمجھتا ہے کہ اخبارات بالخصوص ان کے فلمی ایڈیشن اور فلمی اشتہارات کے حصے اخلاق سوزی میں سب سے اول نمبر کا کردار ادا کرتے ہیں، خدا ہدایت دے ہماری قوم کو جس نے عورت کو اپنی تجارت کا ذریعہ بنایا ہے، ایک اہم چیز جس سے نوجوانوں کو بچنا ضروری ہے اور والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اس معاملہ میں بچپن سے ہی خاص کر نگرانی کریں۔ وہ دواخانوں کے اشتہارات اور ان کی فہرستوں کا مطالعہ ہے، جن میں جنسی امراض کو اس انداز سے بیان کردیا جاتا ہے کہ حیا سوز اور اخلاق کا دیوالیہ نکالنے والے تو ہیں ہی اس سے بے حیائی بھی شرم و حیا کے مارے سر جھکا لیتی ہے، خدا کی قسم! یہ اشتہارات نوجوانوں کو ان امراض سے متنفر کرنے کی بجائے، جنسی

بداخلاقیوں کی طرف اور زیادہ دعوت دیتی ہیں، اگر ہمارے ملک سے جیسے بدقسمتی سے ٹی وی، سینما، تھیٹروں اور تصاویر کے ذریعہ روز تنزل اور جرائم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے صرف ایک دوا خانوں کے جنسی امراض کے اشتہارات اور فہرستوں پر ہی پابندی لگادی جائے تو کم از کم اس قسم کے جرائم اور جنسی امراض میں آدھے سے زیادہ میں کمی ہو، تجربہ شرط ہے، خود میرے پاس ایک ماہ کے اندر تین آدمیوں نے آکر اپنے بعض جنسی امراض سے متعلق دوا کی تجویز پوچھی تو سبب دریافت کرنے پر ہر ایک نے حقیقت یہی بتائی کہ خدا کی قسم ہم کو ان جرائم کا پہلے سے پتہ ہی نہ تھا کسی دوا خانے کی فہرست پڑھ لی، اس سے جرم کی نوعیت سمجھ میں آگئی، اس خیال سے کہ دوا موجود ہے وہ جُرم کر بیٹھے، اب اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔

یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ والدین اپنی اولاد پر اس قدر ظالم واقع ہوئے ہیں کہ نہ ان کے دین کا خیال ہے اور نہ ہی دُنیا کی فکر ہے، دین کی فکر نہیں تو کم از کم ان کی دنیا سنوارنے کیلئے بچپن سے ان جرائم کے اسباب ان کے پاس نہ آنے دیں، جس سے ان کی زندگی سوختہ ہو۔

تصویر سے متعلق بات چل رہی تھی اس سلسلے میں چند واقعات بڑے عبرت آموز ہیں۔

ہمارے ایک دوست بڑے نیک ہیں، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اشرف المدارس کی مسجد میں تصویر رکھی ہوئی ہے، صبح نماز میں آکر انہوں نے مجھے وہ خواب سنایا، میں کافی پریشان ہوا، مسجد میں تلاش کی کہیں تصویر نظر نہ آئی، پھر مدرسہ میں تلاش کی، آخر کار ایک کتاب کے اندر تصویر ملی، اسے پھاڑ دیا، تب مجھے اطمینان ہوا۔

ایک تازہ واقعہ ہے، میں نے ایک طالب علم کو بھیجا کہ جاکر اگربتی لے آؤ، انہوں نے پوچھا کونسی لائی جائے، میں نے بطور نمونہ مسجد کے اگربتی جیسا بتادیا، انہوں نے جاکر دیکھا تو بتایا کہ اس میں تصویر بنی ہوئی ہے۔ — ایسی چیزیں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ جو یہ ہمیشہ لاتے ہوں گے، انہیں یہاں رہتے ہوئے عرصہ ہوگیا تھا، اس کے باوجود ان کا اسطرف دھیان نہیں گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے کتے کا پلا تھا جبرائیل علیہ السلام نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آجائیں گے، مگر نہیں آئے، دوسری ملاقات میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کتے کا بچہ آپ کی لاعلمی میں آپ کی چارپائی کے نیچے تھا، اور جہاں کتا یا تصویر ہو ہم وہاں نہیں آیا کرتے، یہ وہ بابرکت جگہ تھی جہاں خود رحمۃ للعالمینؐ تشریف فرما ہیں، اس کے باوجود یہ تصاویر

اور کتے رحمت کے فرشتوں کے آنے سے مانع بنے، سوچ لیں وہ حضرات جو اپنے گھروں کو تصاویر سے بھر دیتے ہیں اور پھر کعبۃ اللہ اور روضۂ انور کی ایک آدھ فوٹو لٹکا دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں اس سے تصاویر کی نحوست دُھل جائیگی۔

میں سب مردوں اور عورتوں سے یہ کہتا ہوں کہ اوّل تو ایسی تصویر دار کوئی چیز نہ خریدیں اور اگر مجبوراً کبھی خرید لیا تو گھر میں آتے ہی اس کو مٹا دیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ دکاندار کے سامنے ہی اس کو مٹا دیں تاکہ اسے تبلیغ ہو، لوگ یہ کہتے ہیں کہ اچھی چیزوں پر تصویر ہوتی ہے، اور بے تصویر والی چیزیں بُری ہوتی ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر چیز ہی بے تصویر نہ ملے تو بہتر ورنہ یہاں تو بے تصویر چیز بری ہی سہی مگر مل تو جاتی ہیں ورنہ کم از کم تصویر کاٹنے میں آپ کا کیا حرج ہے۔ ہم ہومیو پیتھک دوائیں استعمال کرتے ہیں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک ہندو ہومیو پیتھک کی دوائیں رکھتے ہیں ان کی دوا جتنی خالص ہوتی ہے، مسلمان اتنا خالص نہیں رکھتے، مگر میں جس کو بھیجتا ہوں یہ تاکید کرتا ہوں کہ ہندوؤں سے نہ خریدیں حالانکہ یہ جائز ہے مگر ہم نے یہ نظریہ رکھا ہوا ہے کہ ہم سے فائدہ ہو تو کسی مسلمان کو ہو، اور یہاں تو تصویر کے معاملے میں تو بات جائز اور ناجائز کا ہے یہاں اور زیادہ اہتمام رکھنا چاہئے۔

اس بارے میں ایک عاشق صادق کا واقعہ سُن لیں، یا اللہ ان عاشقین صادقین کے جذبات کا ایک ذرہ ہم کو بھی عطا فرما، حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ یہ جسم کسی کافر کے بدن سے نہ چھوئے، آخر کار کچھ منافقین دھوکے سے ان کو تبلیغ کیلئے لے گئے اور بھی صحابہ کرامؓ ساتھ تھے، اس واقعہ کا ایک ایک جملہ قابلِ عبرت اور قابلِ تقلید ہے، یہ واقعہ محبت کی حقیقت سمجھا دیگی، یہاں حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر واقعہ بتا رہا ہوں، انہوں نے ایک غزوہ میں کسی بڑے کافر کو مار ڈالا تھا، انہوں نے اعلان کیا کہ جو کوئی ان کو شہید کر کے بدن کا ٹکڑا لائے اس کو انعام ملے گا، چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقوں نے شہید کر دیا، آگے دیکھئے اللہ تعالیٰ اپنے محبت کرنے والوں کے ساتھ تعلق قسم کھاتے ہیں کہ دُنیا میں اپنے اختیار سے یہ جسم کسی مُشرک سے نہیں چھوا ہے، یا اسے مرنے کے بعد بھی حفاظت فرما، ارشاد ہوتا ہے:۔

رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔
(مسلم، مسند احمدؒ)

بہت سے پھٹے پُرانے کپڑے والے جنہیں دروازوں پر سے ہٹایا جاتا ہے (ان کی ایسی حالت ہے کہ) اگر وہ کسی چیز پر اللہ کی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کرلے۔

اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھتے ہیں، حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے، اب کافروں کے ساتھ جسم لگنے میں ان کا بس

نہیں چلتا، مگر کفار جب ان کے بدن کا ٹکڑا کاٹنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو شہد کی مکھیوں کا ایک غول آجاتا ہے، اس طرح سے کفار کو آپ پر قدرت نہیں ہوتی ۔ جو لوگ جائز کاموں سے بھی رُکتے ہیں ان کا تو کام چل رہا ہے، اور آج ہم حرام کام سے رک گئے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت آگئی، مسلمان کی شان کیسی اونچی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ؕ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون قف وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ؕ ومن اوفیٰ بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ ؕ وذٰلک ھو الفوز العظیم ٥

(سورۃ التوبۃ ۱۴ع ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں پس مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں، وعدہ ہوچکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا، سو بشارت حاصل کرو اس معاملہ پر جو تم نے ان سے کیا ہے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

دیکھئے مسلمانوں کی کتنی بڑی قیمت ہے، بس یہ شرط ہے کہ مسلمان بن جائیں، افسوس کہ مسلمان نے اپنی قدر نہ جانی، خریدار کی عظمت سے اس کی خریدی ہوئی چیز کی عظمت سمجھ میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ جس جان و مال کے خریدار بن جائیں حالانکہ وہ جان و مال خود ان کی دی ہوئی ہے، باپ بیٹے کو کوئی چیز دیکر یہ کہہ دے کہ بیٹے ہم اس چیز کو دوگنی قیمت پر خرید لیتے ہیں، یہ بیٹے کی دلداری کیلئے ہے ورنہ وہ مال خود باپ کا اپنا ہے، اس سے آپ مومن کی قدر و قیمت کا اندازہ کرلیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت سے مومن کی جان اچھی ہے، پیسہ انسان کے مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور مقصود افضل ہوتا ہے، یہاں جنت کو مسلمان کی جان و مال کی قیمت میں دیا جارہا ہے ــــــ اس تمام دلداری اور کرم کے باوجود محض اپنی عیش و عشرت کیلئے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ مومن ہی نہیں، ورنہ مومن کی روح اور مال کو تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے میں خریدا ہے، پھر اس میں ایسی خیانت؟

تصویروں سے متعلق بات چل رہی تھی، ان کے بارے میں اپنے بچوں کی تربیت اسی طرح کردیا کریں کہ کبھی کبھار اپنے بچوں سے تصویر وغیرہ کٹوا دیا کریں، تاکہ ان کی خست اور دناءت ان کے ذہن نشین ہوجائے، عبرت کے لئے ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ ہمارے دارالعلوم کے زمانے میں قریب ہی ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے،

بڑے نیک اور معمر تھے، ان ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر مولانا محمد شریف صاحب کشمیری نے فرمایا: "رجل صالح" بڑا صالح ہے، ایک دفعہ ان کے پاس ایک بچے کو لے گیا، ان کی میز پر مرغ کی پلاسٹک کی بنی ہوئی تصویر تھی ایسے لوگوں کو ہم نیک کہیں یا جو کچھ کہیں مگر شریعت ان کو نیک نہیں کہتی، اللہ تعالیٰ ان کی اس غلطی کو معاف فرمائیں، وہ بچی اس کو دیکھ رہی تھی انہوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ اسے چاہتی ہے وہ مورت اٹھا کر بچی کو دیدیا، بچی نے لے لیا۔ بچی کو بخار تھا، گھر سے دور تھی، ڈیڑھ دو سال کی بچی تھی خیال تھا کہ گھر جا کر اس کو سمجھا دوں گا کہ وہ خود اس کا سر پھوڑ دے گی۔ ڈاکٹر کے کمرے سے نکل کر وہ کہنے لگیں، ابا جی! اس کا سر پھوڑ دوں؟ میں نے کہا پھوڑ دیں، یہ بچوں کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تصویروں کے مٹانے پر بھیج دیا، انہوں نے بعد میں کسی اور صحابی کو اس کام کیلئے بھیجا کہ جہاں کہیں تصویر ہے مٹا دیں۔

آپ کسی دوست کے گھر جائیں تو تصویروں کو دیکھ کر داخل ہوتے ہوں گے مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے جاتے ہیں، دروازے پر پہنچکر ٹھہر جاتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ماذا اذنبت یا رسول اللہ، میں نے کیا گناہ کیا جس کی وجہ سے آپ گھر میں داخل نہیں ہوتے، تو فرمایا کہ اس پردہ پر تصویر ہے، اسے پھاڑ دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اٹھ کر اس پردے کے دو ٹکڑے کر ڈالے تب آپ اندر تشریف لے گئے، ۔ آپ نے جب مسلمانوں کی شکل وصورت اختیار کرلی اور مولوی بھی بن گئے، کیا دوستوں کے تصویر والے کمرے میں داخل ہوتے وقت یہ خیال نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کمروں میں داخل نہیں ہوتے تھے، اور موت کا تو کوئی وقت متعین نہیں اگر اس وقت موت آگئی تو رحمت کے فرشتے ان تصاویر کی وجہ سے جب وہاں نہیں آتے تو کیا عذاب کے فرشتے جان نہیں نکال لینگے، مسلمانو! ذرا سوچو تو اس وقت کیا حالت ہوگی۔

میں ایک بزرگ کے ساتھ ایک ڈاکٹر کے گھر گیا تھا، ان بزرگ نے ان کی کافی تعریف کی، کہ بڑے نیک ہیں، لیکن جب گھر میں چلے گئے تو وہاں تصاویر نظر آئیں، وہاں میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ اس عذاب خانے میں مجھے موت نہ آئے۔ میں نے کبھی عمر بھر میں زندگی کی دعا نہیں مگر یہاں یہ دعا کی کہ یا اللہ اس عذاب خانے میں موت نہ آئے۔

اپنے گھروں میں تصویر دار چیزیں رکھنے کی نحوست یہ ہے کہ ہمارے پاس ایسے لوگ بھی تعویذ لینے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

یہ انعام ان لوگوں کے لئے ہیں جو اہل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کاملہ سیکھیں اور اللہ والی زندگی سے مشرف ہوں۔

انعام اوّل ۱: اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطا ہونا۔

ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہوجاتی ہے۔

حدیث قدسی:

وَجَبَتْ مُحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپس میں میری وجہ سے محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں میری محبت ان کے لئے واجب ہوجاتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۶)

حدیث قُدسی وہ کلام نبوت ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کی طرف نسبت فرمائیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۹۵)

تشریح از مرقاۃ:

اَیْ لَا یُحِبُّہٗ لِغَرَضٍ وَلَا عَرَضٍ وَلَا عِوَضٍ وَلَا یَشُوْبُ مَحَبَّتَہٗ حَظٌّ دُنْیَوِیٌّ وَلَا اَمْرٌ بَشَرِیٌّ بَلْ مَحَبَّتُہٗ تَکُوْنُ خَالِصَۃً لِلّٰہِ تَعَالٰی فَیَکُوْنُ مُتَّصِفًا بِالْحُبِّ فِی اللّٰہِ وَدَاخِلًا فِی الْمُتَحَابِّیْنَ فِی اللّٰہِ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۷۵)

ترجمہ: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والی محبت کیلئے ۵ شرائط ہیں:۔

(۱) یہ محبت غرض نفسانی کے لئے نہ ہو (۲) مال کے لئے نہ ہو (۳) کسی بدلہ کی اُمید پر نہ ہو۔ (۴) کسی طبعی تقاضہ کے سبب نہ ہو (۵) حظوظ دنیوی مقصود نہ ہوں۔ ان صفات خمسہ والے محبت للّٰہی اور متحابین فی اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔

انعام ثانی ۲: حلاوت ایمانی

ایسے لوگوں کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے۔

حدیث:

قَالَ رسول الله صلی الله علیہ وسلم ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ

متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۱۲ کتاب الایمان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین صفات جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان کی اپنے دل میں محسوس کرے گا:۔

صفت اولیٰ: جس کے قلب میں اللہ اور رسول تمام کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

صفت ثانیہ: جو کسی بندہ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے محبت کرے۔

صفت ثالثہ: جو ایمان نصیب ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناگوار سمجھے جیسے کہ اس کو آگ میں داخل ہونا ناگوار ہو۔

اللہ تعالیٰ ہی کیلئے محبت کا انعام یعنی حلاوت ایمان عطا ہونے کی ۵ علامات ہیں:۔

(۱) اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ (۲) اِيْثَارُهَا عَلٰى جَمِيْعِ الشَّهَوَاتِ وَالْمُسْتَلَذَّاتِ (۳) وَتَحَمُّلُ الْمَشَاقِّ فِيْ مَرْضَاةِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ (۴) تَجَرُّعُ الْمَرَارَاتِ فِي الْمُصِيْبَاتِ (۵) وَالرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ فِيْ جَمِيْعِ الْحَالَاتِ۔ (مرقاۃ ج۱ ص۴۲)

ترجمہ:- (۱) عبادات میں لذت پانا۔ (۲) فرماں برداری اور اطاعت کو گناہوں کی فانی لذت پر ترجیح دینا (۳) اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا (۴) مصائب کی تلخیوں پر صبر و تسلیم کے ساتھ رہنا۔ (اور تدبیر و دعا کے ساتھ رحمت کا انتظار کرنا) (۵) جمیع حالات میں رضاء بالقضاء، (یعنی کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شان تربیت کے متعلق اعتراض نہ کرنا)۔

انعام ثالث : حسن خاتمہ کا مقدر ہونا

اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی بندہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے، اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: وَقَدْ وَرَدَ اِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بِشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ۔

ترجمہ: وارد ہے کہ جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ قلب مومن کو عطا فرمادی جاتی ہے تو پھر کبھی وہ کریم مالک عطائے شاہی کو دیکر واپس نہیں لیتے اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۲)

انعام رابع ۴ : ستر ہزار فرشتوں کی دعائے مغفرت اور مقرب باللہ ہونے کی دعا

المُقتَبَسُ من الحدیث:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَیَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِیْكَ فَصِلْهُ۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۷ باب الحبّ فی اللہ ومن اللہ)

ترجمہ:- جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تعلق سے کسی بندہ کی زیارت کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ بندہ صرف آپ کی محبت میں اس بندہ سے ملنے جارہا ہے، آپ اس کے اس عمل کی جزاء میں اپنے قرب سے اس کو مشرف فرمادیجئے۔

تشریح از مرقاۃ: ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:- اِنَّهٗ وَصَلَ فِیْكَ (ای لِاَجْلِكَ)

نَصِلَهُ اى بِوَصْلِكَ المُعَبَّرَ عَن قُربِكَ جَزَاءً وِّفَاقاً ۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۲۶۱)

ترجمہ: اے اللہ تیرے اس بندے نے تیری رضا کے لئے فلاں بندہ سے ملاقات کی پس آپ اس کو جزا موافق عمل کے قاعدہ سے اپنا وصل جس کو قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے عطا فرما دیجئے۔

وصل اورا محال می گویند

قرب او را وصال می گویند

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا وصل بالمعنی اللغوی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب ہی کو وصال کہتے ہیں۔

بقیہ :۔ **تربیت اولاد**

آتے ہیں کہ بہن بھائی کے آپس میں ناجائز تعلقات ہیں، خود بے حیا بنے، ان کو ٹی وی پر لا کر بے حیا بنا دیا، اب اس کی نحوست برداشت سے باہر ہو گئی، دُنیا میں باعث رُسوائی ہوئی اب آکر ان بے حیاؤں کے لئے دُعا اور تعویذ کیلئے آتے ہیں۔

اللہ سب مسلمانوں کو صحیح سمجھ اور اسلام کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد سمیع اللہ - اسلام آباد

بے پردگی

جو لوگ بے پردگی کو فروغ دینے کے بعد معاشرے میں عفت وعصمت باقی رکھنے کے دعوے کرتے ہیں یا تو خود کسی طرح دھوکے میں مبتلا ہیں یا دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب سے ہمارے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا ہے۔ اس وقت سے آزاد محبت، اغوا، زنا اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے اور اس طرح جس حساب سے ہم بے پردگی کی طرف بڑھے اسی تناسب سے مغربی معاشرے کی لعنتیں ہمارے معاشرے میں سرایت کر گئی ہیں۔

ان لعنتوں کے سدباب کا اگر کوئی راستہ ہے تو صرف یہ ہے کہ ہم پردے کے سلسلے میں اپنے طرز عمل کو بدل کر دین اسلام کی طرف لوٹیں جس میں پاکیزہ زندگی گزارنے کی تعلیمات موجود ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ
الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت سے چار باتوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے، مال دار ہونے کے سبب سے، حسب کی وجہ سے، حسن کے سبب سے، اور مذہب کی وجہ سے۔ ان میں سے جس نے دین و مذہب کے سبب نکاح کیا وہ کامیاب ہوا، اور خاک آلودہ ہوں تیرے ہاتھ (اگر تو مال، حسب اور حسن کے سبب نکاح کرے)۔ بخاری و مسلم

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عبداللہ بن عمروؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ساری دنیا متاع ہے (یعنی دنیوی فائدہ) اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

فَقَالَ اَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّقَلْبٌ شَاكِرٌ وَّزَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهُ عَلٰى اِيْمَانِهٖ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہترین مال اللہ کا ذکر کرنے والی زبان ہے اور اللہ کا شکر کرنے والا دل ہے اور وہ مومن بیوی ہے جو شوہر کے دین و ایمان کی مددگار ہے۔

(احمد، ترمذی و ابن ماجہ)

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَّهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ۔

ابوامامہؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن نے اللہ کے تقوی کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز حاصل نہیں کی اگر وہ اس کو حکم کرے تو فرمانبرداری کرے اگر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کا دل خوش کرے۔ اگر اس پر قسم ڈالے تو اس کو پورا کرے اور اگر اس کا خاوند غائب ہو تو اپنی عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ (ابن ماجہ)

پردے کے بارے میں اور مرد و زن کے اختلاط کی ممانعت کے بارے میں احادیث

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ابن مسعود کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو مرد کی نگاہیں بہت بہتر صورت میں دکھاتا ہے۔ (ترمذی)

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے۔ (جو دونوں کے دلوں میں جماع کی خواہش کو پیدا کر دیتی ہے)۔ (ترمذی)

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَمِنِّي وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے خاوند باہر سفر میں ہیں کہ ایسے مواقع پر شیطان خون کی طرح تمام رگوں میں دوڑ جاتا ہے۔

اسلام نے خواتین کو عزت و حرمت کا جو مقام بخشا ہے اس کے تقدس کی حفاظت بھی اسی طرح ضروری ہے. خال خال صورتیں تو مستثنیٰ ہیں لیکن عام حالات میں شریعت نے شادی سے پہلے عورت کے معاش کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر یا اولاد پر ڈالی ہے. لہٰذا ناگزیر ضرورتوں کو چھوڑ کر عام طور پر اسے معاش کے لئے اسے دفتروں میں دھکے کھانے کی ضرورت نہیں. چنانچہ اس کی عزت و آبرو اور اس کی حرمت و تقدس کو سلامت رکھنے کے لئے قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ (ترجمہ) "اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلی جاہلیت کی

طرح بناؤ سنگھار کرکے باہر نہ پھرا کرو۔ (سورۂ احزاب آیت ۳۳)

مندرجہ بالا شرعی احکامات کی روشنی میں ضروری ہے کہ حکومت حسب ذیل اقدامات بلا تاخیر کرے۔

۱۔ ایک آرڈیننس فوری طور پر جاری کیا جائے کہ عورتیں حجاب (پردہ) کے بغیر گھروں سے نہ نکلیں۔ خلاف ورزی کرنے والی بے پردہ خواتین اور ان کے سرپرستوں کو سزا دی جائے۔

۲۔ عورتوں کی غیر شرعی کھیلوں اور دیگر تفریحات ان کی نمائش پر پابندی لگائی جائے۔

۳۔ اس وقت ملک میں مینا بازاروں کا ایک سیلاب آیا ہوا ہے جس سے بے پردگی، فحاشی، بے حیائی کو فروغ ملتا ہے۔ اس طرح خواتین کے گیت و میلے کے پروگرام جیسے پیفوا وغیرہ ہماری تہذیب اور روایات کے خلاف ہے۔ ان بازاروں اور پروگراموں کی منتظم خواتین کو پابند کیا جائے کہ وہ خلاف شرع سرگرمیوں سے باز آئیں اور ان کی جگہ قرآن مجید کے درس کے حلقے قائم کریں تاکہ ایمان و یقین کی دولت نصیب ہو اور نئی نسل کی تربیت اسلامی خطوط پر ممکن ہو سکے۔

۴۔ سیاحت کے فروغ اور ثقافت کے نام پر ہر غیر شرعی کام حکومت کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ ثقافت محفل عریانی و بے حیائی کا دوسرا نام بن کر رہ گئی ہے۔ کسی ثقافتی شو سے ذہن صرف رقص و موسیقی کے گرد ہی گھومتا ہے۔ افسوس اور صد افسوس کہ پاکستان بھی ایسے ثقافتی طائفے بھیجنے میں کسی دوسرے ملک سے پیچھے نہیں۔ اسٹیج اور فلم کے فن کار اور گلوکارائیں بیرون ممالک اسلامی جمہوریہ کی نمائندگی کرتی ہیں اور جب واپس آتی ہیں تو ان کے اعزاز میں استقبالیے دیئے جاتے ہیں یہ اسلامی احکامات کی خلاف ورزی کسی طور پر بھی ایک اسلامی نظریاتی مملکت کے شایان شان نہیں۔ اس طرح ناچ اور گانے کے کاروبار کو کالعدم قرار دیا جائے۔ عورتوں کا نیم عریاں ہوکر ناچنا اور مردوں کا تماش بین کی حیثیت سے لطف اندوز ہونا سراسر ایک غیر اسلامی و غیر اخلاقی فعل ہے۔ لہٰذا ایک اسلامی معاشرے میں کھلے بندوں فحاشی کا ارتکاب کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ مادیت اور مغربی تہذیب کے زیر اثر ملک میں عورتوں کی آرائش حسن کی دکانیں بے تحاشہ کھل رہی ہیں جن میں عورتیں آرائش گیسو و حسن کے لئے دل کھول کر روپیہ خرچ کرتی ہیں۔ دولت کے اس ضیاع کو روکنے کے لئے اور چادر اور چہار دیواری کے تحفظ کے لئے بیوٹی پارلرز جن کے ذریعہ بے پردگی اور بے حیائی کو فروغ ملتا ہے ممنوع قرار دیا جائے۔

۶۔ خواتین پر ایسی کوئی پابندی نہ لگائی جائے جو خلاف شرع ہو جیسا کہ مخلوط تقریبات میں شرکت اور عورت کو اپنی

تصویر شناختی کارڈ پر لگانے کی قید وغیرہ۔ ایسے اقدامات نہ صرف مداخلت فی الدین ہیں بلکہ شناختی کارڈ پر عورت کی تصویر سے معاشرتی قباحتیں پیدا ہوں گی اور بڑی خرابیاں رونما ہونے کی راہ ہموار ہوگی۔ اس لئے شناختی کارڈوں پر عورت کی تصویر کا نقطۂ نظر ختم کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام نے عورت کو باپردہ رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح شہروں و دیہات کونسلوں میں عورتوں کی شمولیت نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ عورتوں کے لئے تکلیف دہ ہیں۔ کیونکہ اسلام میں مخلوط معاشرے کی تشکیل ناجائز ہے۔ اس لئے سرکاری سطح پر ایسی تمام سرگرمیوں کو ترک کردینا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و نصرت نصیب ہو۔

۷۔ یہ بات روزمرہ مشاہدے کی ہے کہ ملک کی درسگاہوں اور اداروں کی کوئی تقریب رقص و موسیقی کی محفل کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ ایسے رجحانات اور آزادی سے طلباء و طالبات میں گانے اور موسیقی کی لعنت عام ہو رہی ہے۔ فواحش و منکرات کو روکنے کے لئے رقص و سرور کی ان محفلوں پر پابندی لگانے کی ضرورت ہے۔ جس کے ذریعے نوجوان نسل کا اخلاق تباہ کیا جارہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے:۔

"عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ (مسند احمد بن حنبلؒ ج ۵ ص ۲۵۷/۲۶۸)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب جہانوں کے لئے باعثِ رحمت و ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور مجھے میرے رب بزرگ و برتر نے حکم دیا ہے کہ میں گانے بجانے کے تمام آلات کو توڑ پھوڑ دوں۔"

بقیہ :- حضرت مولانا محمد شریف صاحبؒ

کسی قسم کی حق تلفی نہیں ہوگی۔ غرض جو سالکین کو تلقین فرمایا خود بھی اس پر پورا عمل فرمایا۔ آجکل کے بعض ظاہری علماء کی طرح نہیں کہ منبر پر تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں اور تنہائی میں ٹیلیویژن پر ناچ گانے تک سُنے اور دیکھے جاتے ہیں۔ غیبت اور بدنظری سے بچنے کا تو کچھ فکر ہی نہیں۔ پاجامہ تو رہتا ہی ٹخنوں سے نیچے ہے۔ یا اللہ ہدایت فرما۔ آمین یارب العالمین۔

(باقی آئندہ)

محمد سرور صاحب

حالات و کمالات:

حضرت حاجی محمد شریف صاحب

خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کے چند دن بعد عزیزم مولوی محمود اشرف صاحب سلمہٗ، خلیفہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصرار فرمایا کہ احقر کا چونکہ طویل عرصہ حضرت والا سے تعلق رہا ہے اس لئے حضرت والا کے کچھ حالات قلمبند کردو میں ان کی طباعت کا انتظام کروں گا۔ احقر نے کچھ غور بھی کیا لیکن عزیز موصوف کے اصرار کو دیکھتے ہوئے اور کچھ ادائے حق کا خیال کرتے ہوئے اور سب سے زیادہ مولائے کریم سے بخشش اور ثواب کی اُمید رکھ کر کہ شاید یہ مختصر سے چند کلمات مولائے کریم محض اپنی رحمت سے بلا استحقاق قبول فرمالیں اور یہی احقر کی بخشش کا ذریعہ بن جائے مختصراً کچھ لکھنے کا ارادہ کرلیا۔ یا اللہ قبول فرما یا اللہ قبول فرما، یا اللہ قبول فرما۔ آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین وعلیٰ آلہ و اصحابہ واتباعہ اجمعین۔

اس مضمون میں احقر زیادہ کوشش یہی کر رہا ہے کہ مضامین احقر کے خود شنیدہ ہوں اور خود دیدہ ہوں یا حضرت والا کے خود نوشتہ ہوں تاکہ واقعات والفاظ کے ذکر میں افراط یا تفریط نہ ہوجائے کیونکہ حضرت والا

کو اعتدال کا سبق فکر تھا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں بلکہ شریعت مطہرہ میں اعتدال انتہائی اہم اور پورے دین کا بنیادی ستون ہے۔ پل صراط بھی اسی اعتدال کی صورت مثالیہ ہے۔ جو دنیا میں شریعت کے اعتدال پر چلے گا وہ بے تکلف پل صراط پر سے گذر جائے گا۔ یا اللہ ہمارا اور ہمارے متعلقین واحباب کا پل صراط پر سے گذرنا اور آج سے لیکر دخولِ جنت تک کی تمام گھاٹیوں سے گذرنا محض اپنے فضل وکرم سے آسان فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔

اس مضمون کو پڑھنے سے شاید کسی صاحب کو یہ شبہ ہو کہ احقر زیادہ تر اپنے واقعات، اور حضرت والا سے اپنا تعلق بار بار بیان کر رہا ہے شاید اس سے مقصود احقر کا خود نمائی ہو اور اپنے منہ سے خود میاں مٹھو بننا ہو۔ گذارش ہے کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ احقر کا مقصد خود نمائی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ تو وہی ہے جو اوپر عرض کی ہے کہ ایسے واقعات ہی ذکر کئے جائیں جو خود دیدہ اور خود شنیدہ ہوں، دوسرے اس طرز سے یہ مضمون انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا اور تیسرے یہ کہ اشرف السوانح، اور مکتوبات اشرفیہ کے طرز کی تھوڑی سی احقر نے کوشش کی ہے۔ اشرف السوانح کے متعلق ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بھی سوانح ہے اور حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب کی بھی سوانح ہے ؎

نقل ارشادات مرشد مے کنم
آنچہ مردم مے کنند بوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب
نقل سے بھی ہو وہی فیض اتم

پیدائش اور خاندانی حالات:

یہ مضمون حضرت والا کے اپنے قلم مبارک سے ہی مکتوبات اشرفیہ کے چوتھے ایڈیشن سے نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا۔

”میرے والد گرامی کا نام نامی جناب منشی نظام الدین صاحب (مرحوم ومغفور) تھا، ان کا پیشہ پٹوار تھا۔ علاقہ میں اپنے اوصاف جمیلہ اور اخلاق عالیہ کی بدولت شریف پٹواری مشہور تھے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے اور ان کو اپنے قرب خاص سے نوازے۔ میری تاریخ پیدائش کاغذات سے تو ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء معلوم ہوتی ہے تاہم

میرے بڑے بھائی صاحب (مرحوم) فرمایا کرتے تھے کہ درحقیقت میری تاریخ پیدائش یکم ستمبر ۱۹۰۱ء ہے۔ ہندوستان کے ایک گاؤں مہندی پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوا پرائمری کی ابتدائی تعلیم تو میں نے ضلع فیصل آباد میں حاصل کی۔ ازاں بعد مہندی پور سے چار میل کے فاصلہ پر واقع قصبہ مکیریاں میں سلسلہ تعلیم شروع ہوا۔ اس قصبہ میں اینگلو سنسکرت مشہور ہائی اسکول تھا۔ آٹھویں جماعت میں نے اسی آریہ سکول سے پاس کی۔ یہاں کے غیر مسلم آریہ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مجھے اپنا ہم مذہب بنالیں اور اسلام سے دُور کرنے کے بہت جتن کئے۔ گو میری شکل و صورت۔ کھانا۔ لباس۔ پگڑی کی بندش اور ظاہری بود و باش ہندوانہ تھی۔ لیکن دل قادر مطلق کے قبضہ میں ہے اس نے دستگیری کی اور کفر کی تاریکیوں میں ایمان کی چنگاری دِل میں ایمان کو حرارت بخشتی رہی۔ اس طرح دل کے اندر ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچائے رکھا اور اس کی ظاہری علامت یہ بھی تھی کہ اسلام پر آریہ لوگ معترض ہوتے تو دل ہی دل میں ان پر ازحد غصہ آتا۔ بہرحال ہندوستان کے مجموعی حالات تھے۔ مجھے تعلیم بھی حاصل کرنا تھی۔ اور میرے لئے تعلیم جاری رکھنا اسی صورت میں ممکن تھا کہ اس سکول میں پڑھتا رہوں۔ یہاں آٹھ جماعت پاس کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر سے ۱۹۲۱ء میں پاس کیا۔ جالندھر ہائی سکول میں میرا شمار ہونہار اور مستعد طلبہ میں ہوتا تھا اس کے ساتھ ساتھ فٹ بال فرسٹ الیون کا کھلاڑی بھی تھا۔ میرے دسویں جماعت پاس کرنے کے دوران ہی والد محترم ملازمت سے ریٹائرڈ ہوچکے تھے۔ بھائی بھی کچھ کشادہ دست واقع نہ ہوئے اس لئے انہوں نے مجھے آئندہ تعلیم دِلوانے سے عذر فرمادیا اور میں چار و ناچار مکیریاں اینگلو سنسکرت ہائی سکول میں ملازم ہوگیا۔ یہاں پھر سابقہ احوال کا سامنا ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت بھرپور طریقہ سے شاملِ حال رہی اور میں اپنے ایمان کو بچانے میں کامیاب رہا۔ دو سال کا عرصہ یہاں ریاضی کا ٹیچر رہا۔ حصول علم کا شوق ابھی پورا نہ ہوا تھا۔ یہاں کچھ حالات سُدھرے تو میں نے جے۔ اے۔ وی کلاس (اسلامیہ کالج لاہور) میں داخلہ لے لیا۔ قدرت نے دستگیری فرمائی اور جے۔ اے۔ وی کلاس میں

اول آیا اور نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول امبوٹہ ضلع ہوشیار پور میں بطور انگریزی ٹیچر تعینات ہوگیا۔" انتہیٰ بلفظہ

حضرت والا کی شان فکر آخرت :

اس شان کو ظاہر کرنے کے لئے بھی احقر حضرت والا کے الفاظ مبارکہ پیش کرتا ہے جو بطور نصیحت کے حضرت والا نے پشاور کے ایک صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرمائے اور زندگی میں بلا نام اشاعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ احقر کے ذوق میں وفات کے بعد حضرت والا کے نام سے بھی اشاعت کی گنجائش ہے۔ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان پشاور کے چارٹ سے بشکریہ نقل کر رہا ہوں، وھو ھذا

"زندگی گذارنے کا طریقہ کتاب (قرآن) اور سنت کا اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا چاہیئے۔ اُن ہی کی دھن، اُن ہی کا دھیان، بس یہی دین ہے۔ کسب دُنیا ناجائز نہیں، مگر دل اُدھر ہی لگا رہنا چاہیئے۔ ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے۔ جس سے ابدی سعادت حاصل ہو سکتی ہے اور جب عمر پوری ہوگی تو آخرت کی تجارت ختم ہوگی۔ وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیئے آنکھ بند ہوتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتہ چل جائیگا۔ پھر حسرت ہوگی۔ مگر یہ حسرت کام نہ آئیگی۔ پھر دار الحساب ہوگا۔ وہاں عمل نہیں۔ اب ہم دار العمل میں ہیں۔ اس حساب کی تیاری کر لینا چاہیئے۔ تمام تحقیقات، تدقیقات دھری رہ جائیں گی۔ جس نے سب غموں کو ایک غم بنالیا اور وہ ہے غم آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی غموں کے لئے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کر لیا۔ حق تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔" انتہیٰ بلفظہ

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مولائے کریم تو بہت رحیم و کریم ہیں، ان سے رحمت کی بہت امیدیں ہیں۔ اگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قیامت میں یوں پوچھ لیا کہ میرے طریقہ پر کیوں عمل نہ کیا تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

حضرت والا کا ایک ارشاد عزیزم مولوی محمود اشرف سلمہٗ کے ذریعہ بھی احقر تک پہنچا، اور بلاواسطہ بھی اسی کے قریب قریب یاد پڑتا ہے کہ فرمایا کہ میں تو یوں دُعا مانگتا ہوں کہ یا اللہ مجھ سے اگر آخرت میں سوال کرنا ہے تو میں ابھی جواب پیش کرتا ہوں کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ مجھے تو بلاحساب ہی بخش دیجئے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اسی کے قریب قریب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا بھی

منقول ہے کہ یا اللہ بڑے بڑے درجات تو بزرگوں کو ملیں گے، مجھے تو اہلِ جنت کے جوتوں میں ہی جگہ عنایت فرما دیں وہ بھی اس لئے نہیں کہ اس کا مستحق ہوں بلکہ اس لئے کہ عذاب کی برداشت نہیں۔ وصال کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے خواب میں پوچھا کیا معاملہ ہوا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت پڑھ دی: ان المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر جس کے معنیٰ ظاہر ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنا قرب خاص عنایت فرمایا۔ ان واقعات سے حضرت والا اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان فکر آخرت کتنی نمایاں ہے۔ یا اللہ ہم سب کو کامل فکر آخرت نصیب فرما آمین بحرمۃ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

حضرت والا کی شان محبوبیت:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق رکھنے والے حضرات خصوصاً مجازین حضرات میں عبدیت و تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی چنانچہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی بہت اُونچے درجہ کی تواضع اور فنا کی شان تھی۔

اس تواضع اور عبدیت کی ایک مثال یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت والا حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مجاز بیعت تھے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً بعد حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ سے، حضرت والا نے اپنی تعلیم کی درخواست فرمائی:

"حضرت خواجہ صاحب، یہ ناکارہ آئندہ اپنے آپ کو تعلیم کے لئے آپ کے سپرد کرتا ہے للہ منظور فرمالیں۔"

جواب حضرت خواجہ صاحب:" اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی گویا مان نہ مان میں تیرا میزبان ہوں۔ پوچھنے پر بلکہ بے پوچھے بھی جو اُلٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہی رہتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا ؎

نقل ارشادات مرشد مے کنم
آنچہ مردم مے کنند بوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب
نقل سے بھی ہو وہی فیضِ اتم" (مکتوبات اشرفیہ چوتھا ایڈیشن سنہ ۱۹۸)

اور پھر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد ان الفاظ کے ساتھ حضرت والا نے اپنے آپ کو حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مزید ترقی کیلئے پیش فرمایا۔

" حضرت اقدس۔ تعلیم اور اصلاح کے سلسلہ میں مجھے مکاتبت کی اجازت فرمادیں میرا مقصود اس تعلیم سے محض رضائے مولا ہے۔"

جواب حضرت مفتی صاحب:

" بسر وچشم اجازت ہے۔ حق تعالیٰ اسی تعلق کو اپنے تعلق کا ذریعہ بنائے اور طرفین کیلئے موجب قرب ورضا ہو۔"

(مکتوبات اشرفیہ، چوتھا ایڈیشن ص۲۰۱)

پھر حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب مدظلہم العالی سے تعلیم کا تعلق قائم فرمایا۔ ان دونوں کا ذکر حضرت والا کے اس مکتوب میں ہے جو حضرت والا نے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں تحریر فرمایا۔ وھوھذا

" حضرت مرشد تھانوی کے بعد میں نے تجدید بیعت کسی سے نہیں کی البتہ تعلیم واصلاح کیلئے اپنے آپ کو اول حضرت خواجہ صاحب ان کے بعد حضرت مفتی محمد حسن صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے سپرد کردیا (کچھ الفاظ کے بعد) اب مولانا خیر محمد صاحب کے بعد میں تعلیم اور مشورہ آپ سے لینا چاہتا ہوں، آپ کی محبت سے میرا دل لبریز ہے۔ للہ میری درخواست قبول فرمائیں۔"

(مکتوبات اشرفیہ، چوتھا ایڈیشن ص۲۲۵)

اور حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف مدظلہم کی حیات طیبہ ہی میں حضرت والا اپنے خالق حقیقی سے واصل ہوئے۔ گویا آخری سانس تک باوجود کامل ومکمل ہونے کے باوجود کثیر مریدین کے باوجود متعدد خلفاء کے اپنے آپکو مرید ہی بنائے رکھا۔ یہ فنا کا بہت اونچا مقام ہے سہ

تو درو گم شو وصال این است وبس
گم شدن گم کن کمال این است وبس

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہلا قدم بھی تواضع ہے اور آخری مقام بھی تواضع ہے۔ تکبر نے ابلیس کو ملعون بنایا۔ اکثر کفار کیلئے ایمان سے مانع تکبر ہے اور اکثر اہل ایمان کو اصلاح باطن اور دینی ترقی سے مانع اور اپنے زمانہ کے مشائخ کی طرف رجوع کرنے سے مانع یہی تکبر ہے۔ اس تکبر کو حضرت والا نے اپنے قول اور عمل سے پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

جب تک ڈاکٹروں نے منع نہیں کیا حضرت والا ملتان شہر میں ہمیشہ سائیکل پر آتے جاتے تھے۔ اور کمال تواضع کی وجہ سے سائیکل سے اُتر کر اپنا سائیکل خود پکڑ کر جہاں کھڑا کرنا ہوتا تھا، کھڑا کرتے تھے، کسی دوسرے کا پکڑنا پسند نہ کرتے تھے۔

خیر المدارس کے جلسوں میں اور فجر کے بعد درسوں میں بہت کثرت سے شرکت فرماتے تھے لیکن ہمیشہ عام آدمیوں کے ساتھ مل جل کر جلسہ سُنتے تھے۔ علماء کے پاس سٹیج پر احقر نے کبھی بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔ حتّٰی کہ وصال سے تقریباً ایک سال پہلے جبکہ صیانۃ المسلمین کے اجلاس میں سب سے اہم مہمان حضرت والا ہی تھے ختم بخاری کے موقع پر عام سامعین کے ساتھ گھل مل کر تشریف فرما ہو گئے، برادرم مولانا عبدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ نے کوشش کر کے آگے بٹھایا۔

ایک دفعہ ملتان میں حضرت کے دولت کدہ کی چھت پر احقر نے بھی سونا تھا اور حضرت والا نے بھی وہیں سونا تھا تو ایک چارپائی بڑی تھی دوسری چھوٹی تھی احقر نے بہت کوشش کی کہ چھوٹی پر سوئے مگر کمالِ عبدیت کی وجہ سے فرمایا کہ چھوٹی چارپائی پر سونے کی اجازت نہیں ہے۔ یا اللہ اپنے اس عبد کامل کو درجات عالیہ سے نوازہ۔ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ

حبِ شیخ:

حضرت والا میں حبِ شیخ کی شان بہت نمایاں تھی۔ سالک کی ترقی کیلئے حبِ شیخ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض زاہدانِ خشک یہ وہم کر لیتے ہیں کہ یہ توحید اور تعلق مع اللہ کے خلاف ہے۔ ان کا یہ خیال کم علمی پر مبنی ہے۔ کیا یہ حدیث پاک میں نہیں ہے کہ تم اس وقت تک مومن نہ ہو گے جب تک مجھ سے محبت اپنے ماں باپ اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔ تو کیا حبِ رسولؐ بھی حبِ حق کیخلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو محبت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے وہ حبِ حق ہی کا شعبہ ہے اور حبِ حق ہی کا زینہ ہے۔ حتّٰی کہ حدود کے اندر بیوی کی محبت کو بھی تقویٰ کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہی

مطلب کس شعر کا ہے ؎

گر جدا بینی زحق ایں خواجہ را
گم کنی ہم متن وہم دیباجہ را

یہ معنیٰ نعوذ باللہ نہیں کہ شیخ اور اللہ تعالیٰ ایک ہیں، یہ تو کفریہ عقیدہ ہے بلکہ معنیٰ یہ ہیں کہ شیخ کامل محقق کی محبت اور اطاعت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محبت ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ خالی پان کا پتہ منہ میں ڈال کر جلد ہی پھینک دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آنکھ بچا کر میں نے وہ پتہ اٹھالیا اور مزے لے لیکر کھایا۔ ہائے، کیسی حب شیخ تھی۔

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک خط کے جواب میں خطرہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو سکول میں پڑھانے کیلئے کھڑا ہوتا غم سے گرنے لگتا تو تھوڑی دیر دوسرے کمرے میں جاکر آرام کرتا پھر آتا پھر گرنے لگتا پھر چلا جاتا کچھ آرام کرکے آتا۔ یہ عشق کے آثار میں سے ہے کہ محبوب کی ناراضگی کا احتمال بھی ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہو وہ گناہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ؎

تعصی الالہ وانت تظھر حبہ
ھذا لعمری فی الفعال بدیع
ان کان حبك صادقاً لاطعتہ
ان المحب لمن یحب مطیع

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ رخصتی کے مصافحے کے وقت وجد میں فرمایا حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو دونوں حضراتؒ کے شیخ تھے کہ حضرت بھی عجیب تھے۔ عجیب وغریب تھے، حضرت کی ہر عجیب تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان الفاظ کا مجھ پر ایسا اثر تھا کہ لاہور سے فیصل آباد تک گاڑی چل رہی تھی اور مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گاڑی کے پہیوں سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔ اس واقعہ سے دونوں حضرات کا اپنے شیخ سے حب کامل کا تعلق اظہر من الشمس ہے۔

تھانہ بھون کے ایک درزی کا واقعہ حضرت والا نے بیان فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

ناراض ہو کر اصلاح کا تعلق ختم کر دیا تھا۔ زیارت کیلئے وطن چھوڑ کر حضرت کی گذرگاہ پر دُکان بنالی کہ روزانہ ایک نظر زیارت ہو جایا کرے گی۔ یہ واقعہ حضرت والا نے کئی دفعہ ایسے طرز سے بیان فرمایا کہ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت والا میں حبِّ شیخ کمال درجہ کی تھی۔

تعدیل حقوق والدین وزوجین کی تعلیم:

ساس بہو کے جھگڑوں میں کثرت سے حضرت والا کی زبان مبارک سے احقر نے سُنا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی زیور میں ازالۃ الرین فی حقوق الوالدین لکھ کر بہت سے خاندانوں کو تباہی سے بچا لیا۔ فرماتے تھے کہ ایسے موقعوں میں میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ بہشتی زیور سے یہ مضمون پڑھو، اور اس پر عمل کرو۔ ماں باپ کو خوش کرنے کیلئے بیوی پر ظلم کرنا اور اس کی حق تلفی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ایسے موقعوں میں ضروری ہے کہ بیوی کو اپنے والدین سے الگ مکان میں رکھے۔ ماں باپ سے بھی ملتا رہے، اور بیوی کے حقوق بھی ادا کرتا رہے۔

تعدیل حقوق کے سلسلہ میں حضرت والا بارہا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بعض حضرات تبلیغ کے سلسلہ میں حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ بیوی بچوں کا پورا انتظام کئے بغیر کئی کئی سال تبلیغ کے لئے چلے جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بہت سی ناقابلِ برداشت تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ یہ حدود سے نکلنا ہے ہرگز مناسب نہیں۔

آخری ڈیڑھ دو سال کے سوا حضرت والا نے اپنے کسی صاحبزادے کو بھی خدمت کے لئے اپنے پاس رہنے کی اجازت نہیں دی۔ بڑے صاحبزادے چودھری نظیف صاحب نے بار بار عرض کیا کہ آپکی اور بی جی (والدہ صاحبہ) کی طبیعت اب کمزور رہے، میں اپنا تبادلہ لاہور سے ملتان کرا لیتا ہوں ہمیں خدمت کا موقع دیں، لیکن ہر دفعہ یہی فرماتے رہے کہ نہیں ہم نے اپنی راحت کے انتظامات کر لئے ہیں۔ فریج بھی لے لی ہے۔ ایک دفعہ سالن پکا کر کئی دن کھایا جا سکتا ہے تم ملتان تبادلہ نہ کراؤ۔ احقر سے حضرت والا نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میرا کوئی بیٹا اور بہو ہمارے ساتھ رہے۔ عام طور پر ساس بہو میں کچھ نہ کچھ کشیدگی ہو جاتی ہے جس سے بدمزگی ہوتی ہے۔ بہو اور ساس کا اکٹھا رہنا عام حالات میں مناسب نہیں۔ البتہ آخری ڈیڑھ دو سال چھوٹے صاحبزادے ظریف صاحب کو اور ان کی اہلیہ کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دیدی اور دونوں سے بہت خوش رہے کہ ان دونوں نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ حضرت والا کا یہ اجازت مرحمت فرمانا نہایت مجبوری کی وجہ سے تھا۔ بہو کی طبیعت کا بھی اندازہ فرمالیا تھا کہ نہایت ہونہار اور خدمت گذار ہے، اور ساتھ رہنے میں دل و جان سے خوش ہے اور ساتھ رکھنے میں اس کی ہرگز

SHAMSI
For
CANVAS
&
TENTS
SHAMSI CLOTH
AND GENERAL MILLS LTD.
(KARACHI PAKISTAN)
HEAD OFFICE:
3. Idris Chambers,
Talpur Road,
Karachi-2.
Phones: 221941 - 238081
Grams: "Canvas" Karachi.
TELEX 24446 - ZOHRA PK.
MILLS:
A-50, Sind Industrial
Trading Estates
Manghopir Road,
Phones: 290443 - 290444
شوقِ وطن
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ احادیث کا بےنظیر مجموعہ ہے
مفت ملنے کا پتہ
اسلامی کتابوں کا عظیم مرکز
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے ــــ ادارہ)

نام کتاب: **حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ** تصنیف: مولانا محمد نافع صاحب

سائز: ۲۳×۱۸/۸ کل صفحات: ۸۰ قیمت: درج نہیں۔

ناشر: مکتبہ بکس - ۵ - بخشی اسٹریٹ - متصل چوک اُردو بازار - لاہور۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علم و عمل کے جامع اور اعتدال پسند طبیعت کے مالک ہیں۔ آپ کی تحریر میں سلامتی اور متانت جھلکتی ہے۔ دل آزاری اور مناظرانہ انداز سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ آپ کی تحقیق میں افراط و تفریط نہیں ہوتی۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ہند، رضی اللہ عنہا کے حالات و کمالات پر مشتمل ہے۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اکرم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے، اور حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشدامن تھیں۔ اب ظاہر ہے کہ عصبیت کا پرچار کرنا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے دُشمنی کرنا کسی طرح بھی اسلام کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ یہ کافروں کا کام ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے دُشمنی رکھے اور محبت

رسولؐ کا ڈھونگ رچائے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ پاکیزہ نفس اور مصفّیٰ قلب کے مالک تھے۔ وہ عصبیت جاہلیت سے پاک اور اسلام کے قائم کردہ اخوت ومحبت کے رشتہ سے منسلک تھے، ان کے دل میں باہمی محبت کا الاؤ روشن تھا۔

لیکن بدبخت ہیں وہ لوگ جو اسلام کی صاف اور سیدھی تعلیمات کے باوجود صحابہ کرامؓ سے دشمنی کو نیکی جانتے ہیں، اور ان کو برا کہنے کو ثواب گردانتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کے خلاف ہرزہ سرائی انکا وطیرہ ہے۔

ضرورت تھی کہ اس مسموم زہر کے لئے کوئی تریاق ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کی عزت پر جو گرد اڑائی گئی ہے اسے صاف کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام مولانا محمد نافع صاحب سے لیا کہ انہوں نے صاف اور سنجیدہ طریقہ پر عام فہم عبارت، مضبوط دلائل اور مستند حوالہ جات کے ذریعہ اس غبار کو صاف کیا۔ چنانچہ آپ نے ۴۶ کتب سے قیمتی مواد جمع کرکے یہ کتاب ترتیب دی جس میں چالیس سے زائد عنوانات پر تاریخی حقائق کے ذریعہ ان دونوں معزز ہستیوں کی عظمت کو دوبالا کیا گیا ہے۔

آپ نے سُنّی، شیعہ کی مختلف کتب سے باحوالہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت بی بی ہندؓ اسلام کے شیدائی اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے۔ ان کے ذریعہ اسلام کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

یہ کتاب ہر مسلمان کے مطالعہ کے لئے بہترین ساتھی ہے۔ اس سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور مصنّف اور ناشر کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (ا۔ ا۔ خ۔ ر۔ س)

....

نام کتاب: معجزانہ ولادت عیسیٰ بن مریم بجواب رسالہ عیون زمزم فی میلاد عیسیٰ بن مریمؑ حصہ اول

مؤلف: چوہدری محمد سرفراز خان۔ سائز: $\frac{23 \times 18}{8}$ کل صفحات: ۱۳۱

قیمت: درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: چوہدری محمد سرفراز خان موضع کالرہ کلاں۔ گجرات (پاکستان)

تمام اہل اسلام اور تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے، برخلاف یہود کے کہ وہ اس خاص معجزانہ پیدائش کے منکر ہیں۔

اسی طرح آجکل منکرین حدیث اور منکرین معجزات کا گروہ ہے جو اس زمانہ میں علوم حسیہ کی

ترقی اور علوم روحانیہ کے مفقود ہو جانے اور حسنِ باطن اور نور قلبی کے مٹ جانے سے پیدا ہوا ہے جو مستشرقین اور یہود کے قدم بقدم چل کر غلط تاویلات کے ذریعہ قرآن و حدیث کی کھلی مخالفت کر کے اپنی آخرت تباہ کر رہا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب بھی اسی قسم کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ تحریر میں متانت و سنجیدگی ہے۔ زبان آسان اور سادہ استعمال کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ یہ کتاب بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی ہے اور شکوک و شبہات سے نجات دلاتی ہے۔ (ا۔ ا۔ خ۔ س)

....

نام کتاب: **اسعاد النحو شرح اردو نحومیر** تالیف: استاذ الاساتذہ حضرت اقدس شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ سائز: ۲۰×۳۰/۸ کل صفحات: ۸۰ قیمت: درج نہیں۔
پتہ: دائرۃ المعارف الاسلامیہ۔ آسیاآباد۔ تمپ۔ مکران، بلوچستان (پاکستان)

حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب سابق ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور (بھارت) نے ۳۰ برس قبل مولوی محمد محسن صاحب عرف مون صاحب مرحوم سہارنپوری کے لئے یہ شرح تحریر فرمائی تھی۔ اس کتاب میں کثرت امثلہ سے مسائل کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

اس کتاب کو سمجھ کر پڑھ لینے سے طالب علم میں اتنی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ شرح مأۃ عامل کی عبارت میں قواعد نحو کا اجراء کرنے لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کو پڑھنے سے بے شمار طلبہ کو فائدہ پہنچا ہے۔ یہ کتاب نحومیر پڑھنے والوں کے لئے بھی بہت مفید ہے البتہ اتنی شرط ضرور ہے کہ طالب علم سعید و فرمانبردار ہو، اور استاذ شفیق و اوقات کا پابند و مستقل مزاج ہو کہ اس کتاب میں لکھی ہوئی ہدایت کے مطابق پہلے اسباق کی تکمیل کے بغیر آگے نہ پڑھائے۔

کتاب سفید کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلبہ کیلئے کامیابی کا ذریعہ بنائے اور علم دین کے حصول کا زینہ بنائے اور حضرت مترجم رحمۃ اللہ علیہ کو درجات بلند و قرب عطا فرمائے۔ آمین

(ا۔ ا۔ خ۔ س)

....

نام کتاب: هجاء اللغة العربية (الطلاب الابتدائية)

تالیف: استاذ نصیب علی شاہ بخاری۔ سائز: ۲۰×۳۰/۸ کل صفحات: ۳۲ قیمت: تین روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ: معہد اللغة العربية بجامعة العلوم الاسلامیہ۔ زرگری۔ (کوہاٹ) پاکستان۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، ایک دینی درسگاہ ہے، جہاں عربی تعلیم و تدریس پر خصوصی توجہ مبذول کی جاتی ہے اور طلبہ میں عربی بول چال اور تحریر و تقریر کی صلاحیت اُجاگر کرنے کا پورا انتظام موجود ہے۔

زیر تبصرہ کتاب عربی کا ابتدائی قاعدہ ہے جس میں عربی حروف تہجی کو بآسانی یاد کرنے اور ان سے بنے ہوئے مختلف الفاظ کو ذہن نشین کرنے میں بہت معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تحریر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بچے ابتداء ہی سے عربی کے الفاظ کے ذریعہ عربی سیکھے اور بچپن ہی سے اسے عربی زبان و تحریر سے محبت پیدا ہو۔ البتہ بعض الفاظ میں اعراب کی غلطی رہ گئی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کر کے شائع کیا جائے گا۔ بچوں کے لئے یہ مفید کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی محنت کو قبول فرمائے اور مسلمان بچوں کی بنیادی عربی تعلیم کا ذریعہ ثابت ہو۔ آمین۔

....

نام کتاب: میں نے قادیانیت کیوں چھوڑی؟ تالیف: مرزا محمد سلیم اختر

سائز: ۱۸×۲۳/۸ کل صفحات: ۴۰ قیمت: ۳/ روپے

ناشر: مکتبہ "المنبر"۔ پوسٹ بکس نمبر ۶۴۔ فیصل آباد۔ (پنجاب) پاکستان

مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا، اور زر، زن، زمین کا لالچ دے کر بہت سے لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیا۔ اس طرح ایک پوری جماعت تیار کر لی۔ جس کا ظاہر اس کے باطن سے جُدا، جس کے اخلاق مصنوعی اور جس کا چال چلن مشتبہ تھا، جو درپردہ انگریز کی وفادار اور مسلمانوں کی سخت مخالف تھی۔

یہ جماعت بظاہر متحد ہے لیکن اندرونی طور پر انتشار کا شکار ہے۔ ہر آدمی اپنے خود ساختہ خلیفۂ ربوہ کے زیر عتاب ہے۔ ان کی عیاشیوں، بدمعاشیوں اور فریب کاریوں کو قریب سے دیکھتا ہے لیکن حقہ پانی بند ہونے کے خطرہ سے حق بات چھپانے پر مجبور ہے۔ اگر کوئی جرأت گوئی کا مظاہرہ کرے، تو اسے جان سے مار دیا جاتا ہے یا پھر ناکارہ بنا دیا جاتا ہے۔ لیکن بعض مرتبہ جب انسان کا ضمیر بیدار ہو جاتا

ہے تو اسے کسی کا ڈر خوف نہیں رہتا اور وہ جان کی بازی لگا کر حق و صداقت کو عام کرنے میں سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی حق گو افراد میں جناب مرزا محمد سلیم صاحب شامل ہیں جنہوں نے مرزائیوں کے چہرے کا نقلی نقاب اُتار کر حقیقی اور اصلی چہرہ سامنے کر دیا ہے۔ تاکہ قادیانیوں کے دجل و فریب میں پھنسنے والے محفوظ رہیں، اور قادیانیت کے علمبردار اس مکر و فریب کے جال سے گلو خلاصی حاصل کریں۔

اس کتاب میں ربوہ اور لاہوری جماعت دونوں کے بارے میں چیدہ چیدہ حقائق منظرِ عام پر لائے گئے ہیں۔ اور اندازِ تحریر ایسا ہے کہ اس کے پڑھنے سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ عبارت صاف اور واضح ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد رہنمائی ہے کسی کی دلآزاری کرنا نہیں۔

اس کے پڑھنے سے بہت سے گم گشتہ راہ ہدایت پائیں گے۔ بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور ناشر کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے، آمین۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب، کاغذ عمدہ سفید، بکس بورڈ کی جلد۔ اُمید ہے کہ قارئین زیادہ سے زیادہ اس کے پھیلانے اور عام کرنے میں حصہ لیکر اجرِ عظیم کے مستحق بننے کی کوشش کرینگے۔ (ا۔ا۔خ۔س)

عاشوراء کے روزہ کی فضیلت